

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

تیسواں ریکوزیشنڈ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 14 جولائی 2020ء بروز منگل بمطابق 22 ذیقعد 1441 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
3	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
4	چیرمینوں کا پینل۔	2
5	رخصت کی درخواستیں۔	3
7	مشترکہ قرارداد منجانب حاجی محمد نواز کا کڑ۔	4
15	<u>درج ذیل عوامی مسائل پر عام بحث:-</u> i- ٹڈی دل کی یلغار۔ ii- بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ۔ اور بقایہ جات پر بجلی کنکشن کی کٹوتی۔ iii- جعلی ادویات کی روک تھام اور روزمرہ اشیائے ضروریات کی قیمتوں کو کنٹرول کرنا۔ iv- غیر قانونی طور پر زرعی اجناس کی سمگلنگ۔ v- محکمہ معدنیات بلوچستان کے قواعد و ضوابط کے برعکس شفاف طریقے سے سیندک کے لیز میں 15 سالہ توسیع پر مؤثر بحث۔	5

شمارہ 1

☆☆☆

جلد 23

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میر عبدالقدوس بزنجو

ٹپٹ اسپیکر

ایوان کے افسران

اسپیشل سیکرٹری-----جناب طاہر شاہ کاکڑ
اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی)--جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 14 جولائی 2020ء بروز منگل بمطابق 22 ذی قعدہ 1441 ہجری، بوقت

شام 5 بجکر 10 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر

خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١٠﴾ قُلْ اِنِّیْ هَدٰیْنِیْ رَبِّیْ اِلٰی

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿١١١﴾ دِیْنًا قِیْمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿١١٢﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحِیَا

وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١١٣﴾

گا اُسی کے برابر اور اُن پر ظلم نہیں ہوگا۔ تو کہہ دے مجھ کو سجائی میرے رب نے راہ سیدھی، دین صحیح ملتِ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا، اور نہ تھا شرک والوں میں۔ تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے۔ صَدَقَ اللهُ الْعَظِيمُ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ میں قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت ذیل اراکین اسمبلی کو رواں ریکورڈیشنڈ اجلاس کیلئے بینل آف چیئرمین کیلئے نامزد کرتا ہوں۔

۱۔ جناب اصغر خان اچکزئی صاحب۔ ۲۔ جناب قادر علی نائل صاحب۔

۳۔ جناب مکھی شام لال صاحب۔ ۴۔ جناب اصغر علی ترین صاحب۔

میر احمد نواز بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! ایم این اے حیات اللہ درانی صاحب کو رونا سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں۔ اُن کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولوی صاحب! درانی صاحب کے حق میں دعا فرمائیں، سب مسلمانوں کے حق میں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب اصغر خان اچکزئی: جناب اسپیکر! ہمارے اپوزیشن ساتھیوں کے ایجنڈے انتہائی اہمیت کے حامل ایجنڈے ہیں یقیناً اس پر بھی بات ہوگی۔ لیکن اس وقت جو ہمیں پورے صوبے کے لیول پر، پورے ملک کے لیول پر خصوصاً چین کے لیول پر جو ایک انتہائی حساس مسئلہ پاک افغان بارڈر کا درپیش ہے۔ تو آپ کی توسط سے ہم آپ سے request کرتے ہیں کہ 10 جون کو میں نے ایک تحریک التواء لائی تھی بجٹ سیشن میں۔ پھر اس ٹائم ہمیں یہ کہا گیا کہ چونکہ یہ بجٹ سیشن ہے روزور گیولیشن کے تحت آپ کی تحریک التواء کو ہم زیر بحث نہیں لاسکتے ہیں۔ اب جبکہ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ تو جناب اسپیکر! آج آپ سے request یہ ہے کہ کم از کم ہمارے اس حساس اور اہم نوعیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس میں ہاؤس سے اجازت لینی پڑے گی۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! اس پر اگر بحث کی جائے جیسے اصغر خان اچکزئی صاحب فرما رہے ہیں تو بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ دو منٹ تشریف رکھیں۔ جی جناب اصغر خان اچکزئی، رکن بلوچستان اسمبلی کی جانب سے قاعدہ 70 کے تحت تحریک التواء کا نوٹس موصول ہوا ہے جو میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ پاک افغان سرحد پر تجارتی اور کاروباری سلسلوں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اور ساتھ ہی دونوں طرف آباد قبائل کے خونی رشتے بھی ہیں۔ کورونا وائرس کے باعث لاک ڈاؤن اور دیگر کاروباری اور تجارتی بندشوں کیساتھ ساتھ پاک افغان سرحد بھی دو طرفہ تجارت کیلئے بند کی گئی ہے۔ جس کے باعث نہ صرف چین میں سرحد کے دونوں اطراف آباد قبائل کو مشکلات کا سامنا ہے بلکہ تجارتی اور معاشرتی سرگرمیاں بھی متاثر ہو رہی ہیں۔ بارڈر کے مسلسل بندش نہ صرف دونوں ممالک کے عوام کو معاشی طور بڑے ایسے سے دوچار کر سکتی ہے۔ بلکہ اس کے منفی اثرات دونوں اطراف کے عوام کو امن و امان کی گھمبیر مشکلات سے بھی دوچار کر سکتی ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں ممالک کے تعلقات پر بھی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ اور عوام کی غیض و غضب میں اضافے اور ایک بڑے عوامی احتجاج کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ چونکہ ہمارے صوبے میں بیروزگاری اور تجارت کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور سرحدی تجارت سے ہزاروں گھرانوں کا روزگار بھی وابستہ ہے۔ سرحد کے مسلسل بندش سے لوگوں میں شدید تشویش اور غیر یقینی صورتحال پائی جاتی ہے۔ لہذا ایوان کی آج کی کارروائی روک کر اس فوری عوامی نوعیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔ آیا تحریک التواء کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟۔ جو اراکین پیش کرنے کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔۔۔ (مداخلت)۔ ایک بار یہ پیش ہوگی۔ دیکھیں یہ محرک پر منحصر ہے ٹھیک ہے نہ آپ تشریف رکھیں۔ ابھی آپ بات نہیں کر سکتے۔ ایک بار یہ پیش ہوگی جو

اس کے حق میں ہیں، وہ اپنی نشستوں پر بیٹھ کھڑے ہو جائیں۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ سماجی بہبود): جناب اسپیکر صاحب! یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے صرف ایک بارڈر کا نہیں ہے۔ ہمارا پنجگور ہے، چیدگی ہے، تفتان ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے اسد بلوچ صاحب! یہ بھی شامل کر دیتے ہیں۔

آیا اس تحریک التواء میں پورے بلوچستان کے بارڈر ایریا کو شامل کیا جائے؟۔ جو اراکین اس کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔ وہ بھی add کر دیتے ہیں سمندری علاقے۔ تحریک التواء پیش ہوئی۔ لہذا مورخہ 17 جولائی کی اسمبلی نشست میں بحث کیلئے منظور کیا جاتا ہے۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب طاہر شاہ کاکڑ (سیکرٹری اسمبلی): جناب سردار عبدالرحمن کھیتان صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر عمر خان جمالی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب سردار بھوتانی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب سردار یار محمد رند صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر محمد عارف محمد حسنی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ڈاکٹر بابہ خان صاحبہ نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ مستورہ بی بی صاحبہ نے نجی مصروفیات کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بانو صاحبہ نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سب سے پہلے سردار یار محمد رند صاحب، صوبائی وزیر محکمہ تعلیم کا اپنے اسمبلی اسٹاف کی جانب سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ اجلاس کے دوران اپنی ایک ماہ کی تنخواہ اسمبلی کے گریڈ 1 تا 16 کے ملازمین کو دینے کا اعلان کیا تھا۔ مورخہ 4 جولائی 2020ء کو سردار صاحب کی جانب سے ایک ماہ کی تنخواہ کا چیک سیکرٹری اسمبلی کو موصول ہو چکا جو جلد اسمبلی کے گریڈ 1 تا 16 کے ملازمین میں تقسیم کیا جائیگا۔ اپوزیشن کے معزز اراکین میرے خیال سے کارروائی کو چلاتے ہیں ایجنڈا کافی زیادہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایک بار point of order پر حاجی محمد نواز صاحب بات کر لیں۔ حاجی صاحب پھر آپ بات کریں۔ قرارداد تو ابھی میرے خیال سے تحریک التواء آئی ہے تو اسی میں پھر اسی کو مشترکہ بنا لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: حاجی صاحب! اس پر تحریک التواء منظور ہوگئی ہے اس کو بھی اُسی کے ساتھ ملا لیتے ہیں۔

حاجی محمد نواز کا کڑ: تو اس کو قرارداد کی شکل دی جائے تاکہ یہ مسئلہ حل ہو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر ایک بار بحث ہوگی 17 جولائی کو اس کے بعد پھر آپ لوگوں کی رائے سے اس کو منظور کیا جائیگا۔

حاجی محمد نواز کا کڑ: میں صرف اس کو ایک بار پڑھنا چاہ رہا ہوں پھر آگے آپ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: فائدہ نہیں ہے تحریک التواء منظور ہوگئی چلیں آپ پڑھیں ویسے۔

حاجی محمد نواز کا کڑ: تحریک زیر قاعدہ 180، میں محمد نواز کا کڑ قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کرتا

ہوں کہ ذیل مشترکہ قرارداد کو پیش کرنے کے لئے قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 103 کے تقاضوں سے exempt قرار دیا جائے۔

مشترکہ قرارداد۔ ہر گاہ کہ چین کا بین الاقوامی بارڈر دو ماہ سے زیادہ عرصے سے بند ہے جو کہ پاک افغان ٹریڈ کا واحد بارڈر ہے۔ اس بارڈر سے دیگر ممالک سے بھی تجارت ہوتی ہے ہزاروں لوگوں کا روزگار چین بارڈر سے وابستہ ہے۔ چین کا محل وقوع ایسا ہے کہ ایک بھائی بارڈر کے اُس طرف اور دوسرا بھائی بارڈر کے اِس طرف ہوتا ہے اور رہا ہے۔ بھائی قبرستان تک بارڈر حدود میں مشترک ہیں۔ مزید برآں اربوں روپے کے تجارتی مارکیٹ و پلازے اور دکانوں کی اُجرت محصول کرنے سے ناقابل تلافی نقصان ہو رہا ہے لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وفاقی حکومت سے رجوع کریں کہ وہ چین بارڈر کو فوری طور پر کھولنے کے لئے احکامات جاری کریں نیز چین شہر کو فوری اکنا مک زون قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ کا کڑ صاحب۔ اس پر تحریک التواء جو ہے منظور ہوئی ہے اُس پر بحث ہوگی اس کے بعد ہی یہ قرارداد کی صورت میں اس کو لا سکتے ہیں۔

حاجی محمد نواز کا کڑ: ٹھیک ہے شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شاہ بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، شکریہ جناب اسپیکر میں صرف مختصراً یہ ہے کہ کل تک یہاں پر آپ کے اس ہمارے بلوچستان کے احاطے کے باہر

بولان میڈیکل کالج جو ابھی Bolan Medical and Health Sciences University کے نام سے establish ہوا ہے اس کے تمام بہت

ہی ذمہ دار لوگ یہاں کوئی تقریباً ایک مہینے سے احتجاج پر بیٹھے تھے۔ اس احتجاج کا سلسلہ کوئی ڈیڑھ سال سے جاری ہے فروری میں جب انہوں نے احتجاج کیا چچیاں

پکڑی گئیں ان کے ڈاکٹر ز پکڑے گئے بہت بڑا یہاں پر ایک issue ہوا اسمبلی میں بات ہوئی اسمبلی کے معزز اراکین اس وقت جو بیٹھے ہوئے ہیں ان پر مشتمل کمیٹیاں

بنائی گئیں فروری میں۔ ان کے ساتھ یہ ایک قسم کا وعدہ کیا گیا یقین دہانی کرائی گئی کہ جناب والا Bolan Medical and Health Sciences کے

حوالے سے جو ایکٹ ہے، ترمیمی ایکٹ ہے جو 2010ء میں اٹھارویں ترمیم کے بعد اس صوبے پر لازم ہے۔ بلکہ ہر صوبے پر لازم ہے کہ وہ ایکٹ جو ہے اپنی اسمبلی

سے پاس کریں اور وہ اختیارات جو ہیں وہ صوبائی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ ہم بد قسمت صوبہ ہیں۔ ہمارے ہاں کالج آتے ہیں ہم اس پر لڑنا جھگڑنا شروع

کردیتے ہیں یونیورسٹیاں آتی ہیں لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے ہیں فنڈز آتے ہیں لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے ہیں۔ لوگ جب تک جو ہے اپنا خون پسینہ نہیں بہاتے جب

تک جو ہے وہ کہتے ہیں کہ سروں پر لٹھیاں نہیں مارتے، جب تک ہم اپنے لڑکیوں کی بچیوں کی جو ہے یہ چادریں تارتا نہیں کرتے اُن کو گاڑیوں میں نہیں گھسیٹتے اُس

وقت ہمارے ہاں مسائل حل نہیں ہوتے۔ یہ بولان میڈیکل ہیلتھ اینڈ سائنسز Bolan Medical and Health Sciences related

issue باقی تین صوبوں نے 2010ء کے بعد جو اٹھارویں ترمیم کا ہماری obligation ہے ہماری ذمہ داری ہے۔ بڑے لڑنے جھگڑنے کے بعد 40 سال کے

لڑنے جھگڑنے کے بعد concurrent list کا خاتمہ ہوا صوبوں کو اختیارات مل گئے۔ 2010ء کے بعد 2020ء و 20 سال میں بلوچستان کی حکومت صوبائی

اسمبلی ایک ایکٹ یہاں پر ترمیمی پاس نہیں کر سکتی۔ میں نے پرائیویٹ ممبر کی حیثیت سے ایک بل یہاں پر جمع کروایا اس کو روکا گیا گوکہ اس کو آنا چاہیے تھا۔ پھر یہی کمیٹی

پر کچھ شہید ابھی بن جائیں اس پر لوگ جو روز یہاں پر آ کر بھوک ہڑتالیں کریں۔ روز جو ہے ہمارے لئے بہت بڑی شرمندگی کی بات ہے ہم آنکھیں نیچے کر کے یہاں گزرتے ہیں لوگ ہمارے اسمبلی کے احاطے کے باہر جب بیٹھے ہوتے ہیں باقی دوست شاید یہاں کم آتے ہوں گے ہم تو ہمارے پاس وہ تو اتر نہیں ہے یہ میں صرف آپ کے سامنے کہ یہ assurance یہاں اس ہاؤس میں، یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ بولان میڈیکل ہیلتھ سائنسز Bolan Medical and Health Sciences سے related ترمیمی ایکٹ جو ہے یہاں پر پیش کر دیا جائیگا تاکہ یہ مسئلہ جو ہے ہمیشہ کے لئے رفع دفع اور ختم ہو اور یہ یونیورسٹی بلوچستان کی پہلی Medical and Health Sciences سے related ہے یہ establish ہو لورالائی میڈیکل کالج immediately operational ہو خضدار کا میڈیکل کالج operational ہو یعنی ان کا انتظام و انصرام شروع ہو جائے نصیر آباد میں medical college بن جائے خاران میں medical college کی قرارداد منظور ہوئی ہے ہمیں کوئی چودہ سے 18 medical colleges کی ضرورت ہے کورونا کا مرض اس دفعہ آیا مرض آیا آیت اللہ درانی صاحب کے لئے ہم نے ابھی فاتحہ خوانی کی۔ جناب والا! میں اس کے گھر گیا وہاں پر فاتحہ خوانی کے لئے خدا واحد شاید ہے اس کا بھائی، ہم سب سے تعلق دار ہے روز جب ہم ایک اس روڈ پر جاتے ہیں زاہد درانی صاحب ہم سے ملتے ہیں زاہد جان کے ساتھ اس کے آنکھوں میں آنسو تھے کہتا ہے ثناء جان! میرا بھائی پانچ دن جب وہاں پڑا ہوا تھا تو اس الٹا سیدھا کرنے کے لئے وہاں پر سٹاف تک نہیں تھا وہاں پر جب آکسیجن کے جوڈے آتے تھے یا آکسیجن کی بوتلیں یا آکسیجن کے جو سلنڈرز آتے تھے وہ اس طرح تھا جس طرح بچپن میں لوگ چوری کرتے تھے کہ راشن آتا تھا۔ جس کے ہاتھ میں پہلے سلنڈر آجائے وہ اٹھا کے جو ہے جا کے اپنے مریض کو لگالیں۔ اگر کسی مریض کے جو معاونین ہیں یا خدمت گار ہیں یا اس کے تیمارداری پر جو اگر کوئی کمزور آدمی ہے تو وہ اپنے مریض کے لئے سلنڈر جو ہے وہاں سے جو گیس کا یا آکسیجن کا وہ نہیں لے جاسکتا تھا۔ اس بد قسمت صوبے میں آج ہمارے پاس ایک operator تک نہیں ہے کہاں پر ہم جو ایک ventilator کو operate کریں۔ کس وجہ سے ہے؟ ہم نے اپنے colleges کو تباہ کر دیا ہے۔ Professor, Lecturers, Students آتے ہیں یہاں پر ہڑتال پر لگے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں پر ان کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے کہتے ہیں کہ جی ہم آپ کا مسئلہ دو مہینے میں۔۔۔ (مدخلت)۔۔۔ sir میرے پاس تحریر پڑی ہوئی ہے جو اراکین صوبائی اسمبلی نے سائن کیا ہے Bolan Medical and Health Sciences کے Professor اور Students کے ساتھ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دمڑ صاحب آپ تشریف رکھیں، میں بات کر رہا ہوں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: میں یہ سمجھتا ہوں جناب والا اس اسمبلی کی تو بہن ہوگی کیونکہ یہاں پر اگر کسی نے کوئی زبان کیا ہے، کوئی commitment جناب اسپیکر! اگر کی ہے ہمیں اس کو پورا کرنا چاہیے۔ تحریری معاہدہ ان کے ساتھ ہوا ہے جس میں ضیاء جان بھی ہوئے ہوں گے۔ میرے خیال ظہور جان بھی تھے زمرک صاحب تھے جو دوست بھی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں اس صوبے کے ساتھ اس طرح کی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں کے افراد کے ساتھ ایپکا والے احتجاج پر ہیں ہمارے یہ اسٹوڈنٹس نیچے احتجاج پر ہیں کل پھر نکلیں گے۔ کل ان کی چادریں پھر اسی طرح جو ہے تارتار ہوں گی۔ کل پھر جو ہماری بچیاں اسی گاڑی میں ڈال دی جائیں گی۔ پھر ہمارا یہاں رونا دھونا شروع ہو جائیگا۔ کب تک چلے گا جناب والا! ہمیں pro-active governance کی ضرورت ہے pro active governance کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز وقوع پذیر ہونے سے پہلے آپ کو پتہ چل جائے یہ ہوتی ہے pro active governance اور re active governance کیا ہوتی ہے re active governance جب سڑکوں پر لاشیں گرتی ہیں جب خون بہتا ہے جب لاشیں تڑپ رہی ہوتی ہیں ہسپتالوں میں۔ تب حکومت جو ہے جاگ اٹھتا ہے اس کو کہتے ہیں re active governance۔ ہمیں pro active governance کی ضرورت ہے۔ ہمارے دوست ہیں۔ ہم نے ان کو تعاون کی پیشکش کی ہم نے ہر جگہ ان کو کہا کہ جناب آپ کمیٹیاں بناتے ہیں۔ آپ وعدے وعید کرتے ہیں آپ یقین دہانیاں کرواتے ہیں تو خدا کے لئے یہ ہمارے اوپر بھی بوجھ بنا ہوا ہے، اس حکمت عملی میں۔ صرف جناب اسپیکر آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں آپ اپنے سیکرٹری صاحب جو بیٹھے ہیں اسٹاف بیٹھا ہے، Assurance Committee ہمارے اسمبلی کی ہے یا نہیں ہے؟ اگر Assurance Committee ہے جو assurance یعنی یقین دہانی اس فلور سے کی گئی تھی۔ Bolan Medical and Health Sciences والوں کو، لیپکا والوں کو، ٹیچروں کو، بچوں کو، بچیوں کو، assurance سارے نکالیں۔ یہ اس ہاؤس کی تقدس کے لئے برا ہے جناب والا۔ گوکہ یہ ٹوٹی پھوٹی عمارت بن گئی ہے۔ اس کے درخت تک اُچھڑ گئے ہیں۔ یہاں پر ندوں نے بھی آنا

کاغذات نکوائیں اور کہیں ان کو کہ ہم نے جو یقین دہانی یہاں سے بلوچستان کے عوام کو کی ہے اس یقین دہانی پر عمل درآمد کروائینگے اگر آپ یہ نہیں کر سکتے۔ جناب والا! یہ ہم نہیں کر سکتے تو میرے خیال میں ہمیں یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے ایک ارب 40 کروڑ سے زیادہ سالانہ اس اسمبلی کا بجٹ ہے ہم سینکڑوں وعدے وعید اور یقین دہانیاں یہاں سے کرواتے ہیں یہ قرارداد جو تحریک التواء پاس ہو رہی ہے ہمارے ہاں 60 دن کے اندر 2 مہینے کے اندر جو بھی قرارداد پاس ہو حکومت وقت کو چاہیے اس کے اداروں کو چاہیے کہ وہ یہاں پر جواب دیں۔ میری اپنی 12 قراردادیں پاس ہوئی ہیں 2 سال گزر گیا آج تک مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا واپس میرے گھر نہیں آیا کہ جناب والا! آپ کا قرارداد قابل عمل ہے یا نہیں ہے۔ سینکڑوں پروگراموں پر ہوا ہے تعلیم پر ہوا ہے بے روزگاری پر ہوا ہے لائبریریوں پر ہوا ہے یونیورسٹیوں پر ہوا ہے۔ جناب والا! یہ اس اسمبلی کی تقدس جو ہے وہ مجروح ہوگی کل ہم governance حکومت میں جائینگے آپ کا فرض ہے ہمیں گلے سے پکڑیں۔ آپ ایک جج کی حیثیت سے Custodian کی حیثیت سے میں سمجھتا ہوں جناب والا! یہ جو دو چار وعدے وعید ہوئے ہیں یقین دہانیاں ہوئی ہیں ان پر عمل درآمد نہیں کیا اور اس کی بھی باس پُرس ہوئی چاہیے، شکر یہ جناب!۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی لانگو صاحب۔

میرضیاء اللہ لاگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے): بسم اللہ الرحمن الرحیم، ثناء بلوچ نے بہت اچھے points اٹھائے ہیں۔ بہت اچھی باتیں کی ہیں، ہمارے اسٹوڈنٹس ہمارا سرمایہ ہیں ان کے ساتھ جتنے ہماری باتیں ہوتی ہیں جو ہم نے ان کو facilitates دینی ہیں۔ گورنمنٹ کا حق بنتا ہے کہ ان کا جو احتجاج ہے اس کو ایڈریس کریں۔ تو اس سلسلے میں، میں کہوں گا جناب اسپیکر صاحب! جب ہمارے اسٹوڈنٹس احتجاج پر تھے تو اصغر خان اچکڑی صاحب تھے، ہماری بہن بشکیلہ بلوچ بھی تھیں ہمارے ساتھ، وہ آئے، ہم نے مذاکرات کیے تو ہم نے ان کو جو یقین دہانی اسٹوڈنٹس کو کرائی اس کمیٹی میں ان کی ملاقات وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی کرائی اور وزیر اعلیٰ صاحب ان کے online classes کے جو مسئلے مسائل تھے۔ ان کو satisfy کیا۔ اسٹوڈنٹس آپ کو strike میں بھی وہ نہیں نظر آرہے ہوں گے۔ باقی جو ثناء صاحب نے بات کی ہمارے دوسرے unions ہیں جنہوں نے strike کی ہے ان کی بھی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن ثناء صاحب کو یہ میں بتا دوں کہ ان کے ساتھ جس کمیٹی میں کم از کم میں ہوا ہوں written میں کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ تو last جو ہماری مینٹنگ ہوئی تھی ہم نے وہاں ان کو بلایا تھا وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ ان کو بٹھایا ظہور صاحب بھی تھے بشکیلہ صاحبہ بھی اصغر خان تھے ہم بیٹھے ہم نے ان کو یہ کہا کہ ایسے نوعیت کے مسائل ہیں۔ جو اکثر گورنر صاحب related ہیں، universities کے مسائل ہیں۔ تو یہاں فوراً بیٹھ کر اس کو ہم یہاں سے تو حل نہیں کر سکتے اُس کو آپ لوگ اپنا یہ احتجاج ختم کریں۔ ہمیں تھوڑا space دیدیں ہم یہ کمیٹی وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ بیٹھ کر گورنر صاحب کے ساتھ بیٹھ کے آپ کے مسئلوں کو ایڈریس کریں گے۔ آپ لوگ مہربانی کریں یہ strike بھی ختم کریں اور آجائیں کچھ بندے آپ کے ہم بھی اپنی کمیٹی ڈالتے ہیں تاکہ ہم جا کے گورنر صاحب کے ساتھ بھی مل کر آپ کے مسئلے ایڈریس کریں۔ تو ثناء صاحب کا point بالکل valid ہے بالکل صحیح بات ہے ان کے مسئلے ہمیں ایڈریس کرنے چاہیے۔ آپ کی ہاؤس کی توسط سے پھر میں یہ یقین دلا رہا ہوں۔ کہ آجائیں ان کے نمائندے ان کے ساتھ بیٹھ کر اپنی گورنمنٹ space دے، کام کرنے کا جگہ دیں ہم ان کے بندے کمیٹی میں ڈالیں گے۔ ہماری کمیٹی کے پہلے ممبر ظہور صاحب بھی ہیں، اصغر خان صاحب ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ گورنر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ان کے مسئلوں کو ضرور ایڈریس کریں گے۔ انشاء اللہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ ضیاء صاحب۔ جی زیرے صاحب! ایجنڈے کی طرف آجائیں آپ کا پھر point of order نہیں ہوتا پھر تقریر بن جاتی ہے۔ جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ 25 ستمبر 2018ء کو سبزی منڈی Auction Ground ہے وہاں سے تقریباً کوئی 150 اور 800 کے قریب وہاں پر کام کرنے والے لوگوں کو ہٹایا گیا۔ پھر 26 ستمبر 2018ء کو انہوں نے پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اسمبلی کے سامنے آگئے۔ ان کا وفد آیا وزیر اعلیٰ صاحب سے ملا اُس دن۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب نے کمیٹی بنائی، منسٹر زراعت کی سربراہی میں جس میں سلیم کھوسہ صاحب تھے مجھے بھی ڈالا گیا۔ آج اُس کے کوئی 2 سال پورے ہونے کو جا رہے ہیں اب تک سبزی منڈی کے اُن ماشہ خوروں کا مسئلہ حل نہیں نکل سکا اب تک وہ بیچارے در بدر پھر رہے ہیں۔ میں وزیر زراعت صاحب سے request کرونگا کیونکہ اس مسئلے کو 2 سال ہو گئے جو ہزاروں لوگ بے روزگار ہیں ابھی تک ہڑتال پر ہیں۔ جس طرح میرے دوست نے

کردوگا منسٹر صاحب سے کہ اس مسئلے کو آپ حل کرادیں ان کو بلا لیں یا کمیٹی کا اجلاس بلا لیں تاکہ ان بیچاروں کا کوئی ہم مددوا کر سکیں، thank you جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی زمرک خان اچکزی صاحب۔

انجینئر زمرک خان اچکزی (وزیر محکمہ، زراعت و کوآپریٹوز): شکریہ جناب اسپیکر صاحب! ایک تو یہ ہے نا، کہ اگر یہ چیزیں پہلے سے ایجنڈے میں موجود

ہوں تو بہت اچھا ہوگا۔ جس طرح ابھی میڈیکل کالج یا medical universities کا تھا یا پھر زراعت کے حوالے سے ہے۔ میں صرف اتنا کہوں گا، کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد ثناء صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ کیا concurrent list جو تھی کیا وہ ٹوٹل ہمارے حوالے کر دی گئی ہیں۔ آج بھی ایجوکیشن کے فیصلے آپ کے مرکز میں ہوتے ہیں۔ آج بھی ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کو ختم کر کے Food Security Ministry بنائی گئی ہے۔ آج بھی ہمارے وہ حقوق جو ہم نے ان سے مانگے تھے اٹھارویں ترمیم میں صوبائی خود مختاری کے تحت وہ ابھی تک اس میں بھی ابھی تک وہ مکمل اختیارات ہمیں وہ محکمے نہیں دئے گئے جو دینے چاہیے تھے، تفصیل میں، میں جاؤں گا، medical universities میں، میں نے دو تین دفعہ اسٹوڈنٹس کو بلا یا ہے۔ جہاں ہم بیٹھے اور اس کے مسائل ہم نے سنے جس طرح ہمارے ضیاء صاحب نے کہا گورنمنٹ اس میں مکمل ان کے ساتھ ہے اس کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح زراعت کے حوالے سے جو سبزی منڈی کا مسئلہ ہے سبزی منڈی کا مسئلہ وہاں پر ماشہ خور ہیں کمیشن ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں کوئی والے بیٹھے ہوئے ہیں دو تین دفعہ میں نے خود وہاں پر وزٹ کیا، ان سب کو بٹھایا، ان سے بات کی آپس میں بھی ان کے مسئلے ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں ایک دوسرے کو نہیں مانتے ہیں کوئی کہتا ہے میرا کاروبار چلے دوسرا کہتا ہے میرا کاروبار چلے میں نے ایک option دی نصر اللہ زریع صاحب کو کہتا ہوں کہ میں نے 30 ایکڑ زمین جو وہاں site پر available تھی۔ میں نے وہاں پر کوئی تقریباً 2 ہزار 3 ہزار ماشہ خور اور وہ جتنے بھی مزدور کار لوگ تھے جو تھڑوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے کاروبار چل رہے تھے وہ کمیشن ایجنٹ نہیں چھوڑ رہے ہیں یا کوئی والے نہیں چھوڑ رہے ہیں یا کوئی نہیں چھوڑ رہا ہے میں نے ان کو کہا کہ ہم گورنمنٹ سے وزیر اعلیٰ صاحب process کر کے وہاں پر ان کو ایک علیحدہ ساہم مارکیٹ جو ہے establish کر کے ان کو دیدیں گے۔ اور وہی سمری انشاء اللہ ہم نے initiate کی۔ میں نے یہ وعدہ ان سے کیا ہے revenue department کے پاس وہ پڑی ہوئی ہے۔ آجائے گی۔ انشاء اللہ آپ سب کو پھر بیٹھائیں گے اس پر ایک میٹنگ بھی کریں گے۔ اور وہ جو ان کے مسائل ہیں ان کو ہم طریقے سے دیکھیں گے اس میں کورٹ بھی involve ہے کچھ مسئلے جو ہیں ہم اس پر فیصلہ نہیں دے سکتے ہیں کہ judiciary جب اس میں کیس ہوتا ہے تو اس پر ڈیپارٹمنٹ کچھ نہیں کر سکتا ہے۔ اس پر بھی پھر ہم میٹنگ بلائیں گے آپ کو مکمل بریف دیں گے۔ انشاء اللہ ان کا مسئلہ جب یہ زمین الاٹ ہوگی اور وہ جو criteria ہوگا جس طرح کوئی ڈیپارٹمنٹ ہے گورنمنٹ کا criteria ہوگا اس کے مطابق ہم ان کو adjust کریں گے۔ اور انشاء اللہ ہمیں اُمید ہے کہ ان کا مسئلہ جو ہے وہ حل ہو جائے گا اور وہ ہم ان کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی صدیقی صاحب۔

جناب عبدالواحد صدیقی: جناب اسپیکر! اس سے پہلے کئی بار اس مسئلے کا ذکر کیا تھا جس سے آپ کا بھی تعلق پڑتا ہے ہمارے نور محمد مڑ صاحب کا بھی تعلق

پڑتا ہے ہمارے مٹھا خان کا بھی تعلق پڑتا ہے اسپیرہ رانہ روڈ ملازنی کا۔ اس وقت جو مشکلات ہمیں درپیش ہیں یہ ہمارا زرعی علاقہ ہے جو کہ اکثر شیب کے باغات ہیں لیکن اس روڈ کی وجہ سے ہمارے ہزاروں نہیں، بلکہ کروڑوں روپے ضائع ہو رہے ہیں۔ اب چونکہ پھر سلیک سیزن قریب آ رہا ہے ہمارے ساتھ صرف 4 مہینے رہے ہیں اس میں ظاہر ہے کہ ہم نے اس روڈ کو مکمل کرنا ہے۔ لیکن اس اسکیم کو لوگوں نے اس لیے پیچیدہ بنا رکھا ہے کہ کمشنر ڈوب ڈویشن، کمشنر کوئٹہ ڈویشن، بی ڈی اے اور پی اینڈ ڈی کی اپنی رپورٹ ان کے سامنے پڑی ہوئی ہے وہ ابھی تک فیصلہ کرنے میں ادھر ادھر لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں۔ تو آپ کی توسط سے ہمارے حکومتی بچوں کے جو وزراء صاحب بیٹھے ہیں اس نے وعدہ بھی کیا تھا اپنی اس اسکیم کی اہمیت اور افادیت سے بھی باخبر ہیں کہ اس وقت ہمارے لیے 50 جو لوڈ ہیں ٹریفک کے۔ وہ بھی divide ہو گئے اس پر بھی بوجھ کم ہوگا اور پورے پنجاب سے جو کہ ملتان کے راستے سے ڈیرہ غازیخان کے راستے سے جتنے بھی ٹریفک ہمارے آ رہے ہیں وہ divide ہو کر اس روڈ پر آ کر جائیں گے۔ تو اس سے بھی burden کم ہوگا تو خدا را یہ فوری نوعیت کا مسئلہ ہے بہت سال ان کے ہو رہے ہیں لوگ رُل رہے ہیں ان کی جائیدادیں تباہ و برباد ہو گئی ہیں ہماری نور محمد مڑ صاحب سے گزارش ہے کہ اس ایریا کی اس روڈ کی اہمیت سمجھتے بھی ہیں اور ان سے تعلق رکھتے

تاکہ کم از کم سلیک سیزن slack-season تک یہ ایریا مکمل ہو جائے تاکہ لوگوں کے لیے پھر پریشانی کی سبب نہ بنے تو آپ کی توسط سے ہمارے حکومتی پنچر پر جو ساتھی بیٹھے ہیں کہ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس مسئلے کو فوری طور پر حل کرنے کے اقدامات اٹھائے جائیں۔ یہ آپ کا بھی مسئلہ ہے ہمارا بھی مسئلہ ہے یہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ یقیناً یہ ایک اہم روڈ ہے ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس پر میں personally بھی سی ایم صاحب سے بات کروں گا اپوزیشن کے معزز اراکین اسمبلی کی جانب سے عوامی نوعیت کے حامل 16 اہم مسائل کو زیر بحث لانے کی غرض سے اسمبلی کا requisitioned اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ چونکہ 020-21 PSDP عدالت عالیہ بلوچستان میں زیر سماعت ہے لہذا قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 192 (1) (الف) کے تحت 2020-21ء پی ایس ڈی پی کو اسمبلی میں زیر بحث لایا نہیں جاسکتا۔ اب صرف ذیل عوامی نوعیت کے حامل مسائل پر بحث لائے جائیں گے:

- 1- ٹڈی دل کی یلغار۔
- 2- بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ۔ اور بقیہ جات پر بجلی کنکشن کی کٹوتی۔
- 3- جعلی ادویات کی روک تھام اور روزمرہ اشیائے ضروریات کی قیمتوں کو کنٹرول کرنا۔
- 4- غیر قانونی طور پر زرعی اجناس کی سمگلنگ۔
- 5- محکمہ معدنیات بلوچستان کے قواعد و ضوابط کے برعکس شفاف طریقے سے سیندک کے لیز میں 15 سالہ توسیع پر موثر بحث۔

جناب ملک سکندر خان ایڈووکیٹ صاحب! آپ بحث کا آغاز کریں۔

جناب قائد حزب اختلاف: Thank you جناب اسپیکر۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! آپ کا مشکور ہوں کہ اصل میں یہ جو ہاؤس ہے یا اسی طرح پارلیمنٹ یا مجلس شوریٰ ہے، ان کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں اگر ہم اُس کا تعین کریں گے اور اُس کو لے کر چلیں گے تو جو 70 سالوں سے ہم نے پاکستان میں سدھارنے کی بجائے بگاڑ کے لیے حکومتیں بھی بنائی ہیں، ایگزیکٹو بھی استعمال ہوا ہے اور اسی طرح غیر یقینی کیفیت میں۔ یہ تو پاکستان کے لوگ ہیں جو اتنے سخت جان ہیں کہ 70 سالوں سے اُٹکو rolling stone کی طرح استعمال کیا جا رہا ہے لیکن اسکے باوجود اب تک یہ زندہ ہیں۔ ہمارے ملک میں جو ہمارا constitution ہے یا ہماری گورنمنٹ کی جو ساخت ہے اُسکو so called ڈیموکریٹک سسٹم کہا جاتا ہے لیکن جناب اسپیکر! اب آج جو باتیں اب آپ کے سامنے ہوئی ہیں یا اس کے بعد جو باتیں ہوں گی یا جو اس ایجنڈے کا حصہ ہیں ان سب کا دار و مدار constitution کی حفاظت پر منحصر ہے۔ اگر constitution کی حفاظت ہوگی تو یہ سارے جو مسائل، مصائب، حالات، پریشانیاں اس ملک میں ہیں ان کا خاتمہ بھی ہوگا لیکن اگر اس ملک کے constitution کی violation کی جائیگی تو پھر یہی پریشانیاں یہاں پر جناب اسپیکر بات بالکل کھلی ہے کہ پاکستان میں democracy نام کی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ پاکستان میں democracy ہے۔ کیونکہ democracy کے اپنے اصول ہیں Government of the People, By the People, For the People۔ اب یہاں پر اگر لوگوں کی حکومت ہوتی تو پھر یہ سارے لوگ مخلف شاہراہوں پر کیوں احتجاج کرتے؟۔ اگر لوگوں کے لیے یہ حکومت ہوتی تو پھر لوگ democraciesystem میں آتے ہیں، انہی سے توقع ہوتی ہے۔ لیکن یہاں دھتکار دیئے جاتے ہیں۔ یہ جو ہماری اسمبلی کے باہر لوگ بیٹھے ہوئے تھے، یہ آج نہیں ہیں اس سے پہلے کتنے مہینوں سے یہ یہاں پڑے ہوئے تھے اس طرح کئی جگہوں پر یہاں پر لوگ مطالبات لے آتے ہیں ڈیموکریٹک سسٹم میں دوہی باتیں ہوتی ہیں، مطالبات سنے جاتے ہیں۔ اگر حق پر ہوتے ہیں تو بغیر کسی پریشانی کے وہ مطالبات حل کیے جاتے ہیں۔ اور اگر مطالبات بُری نیت سے ہیں، گورنمنٹ کے لیے مسائل پیدا کرنی والی بات ہے، گورنمنٹ کے لیے پریشانیاں کرنی والی بات ہے پھر کہا جاتا ہے کہ جی Law should come in motion پھر law motion میں آتا ہے اور اس طریقے سے لوگوں کے مسائل نہیں رہتے۔ میں جناب اسپیکر! یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ہماری constitution کا اگر آپ ہم صرف تمہید دیکھ لیں جہاں سے constitution کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہ ہمارا اس لیے فرض ہے کہ

یا اس کی حفاظت اور اس پر عمل کرنا یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ میں preamble جناب کے سامنے عرض کرنے کی کوشش کروں گا:

Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within limits prescribed by Him is a sacred trust.

یہ ہے جناب ہمارے constitution کے opening words ہیں کہ کائنات کا اللہ پاک بلا شرکت غیرے مالک ہے اور جو اللہ کے دیئے ہوئے احکامات ہیں۔ ہم یہ نمائندے ہیں یا مرکز میں ہیں، یہ ایک امانت ہے ہمارے پاس۔ اور اس امانت کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اس امانت کی حفاظت نہیں کریں گے جناب اسپیکر! تو یہ جتنے بھی مسائل ہیں، جتنی پریشانیاں ہیں، اُس کا ہم سامنا کریں گے 70 سال گزر گئے ہیں 70 اور بھی گزریں گے یہی بے چینی ہوگی، یہی پریشانی ہوگی اور اسی کے لیے لوگ در بدر پھریں گے۔

And where is it is the will of the People of Pakistan to establish in order. Where in the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people.

یہ ہمارا constitution کی demand ہے کہ جو لوگ ہیں اس ملک کے لوگ اپنے chosen representatives اپنے نمائندوں کے ذریعے وہ اختیارات استعمال کریں گے۔ لیکن اُس اصول کے تحت۔

Whereas the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed.

یہ ہمارا constitution کہتا ہے جناب اسپیکر۔ کون سے شرائط رکھے گئے ہیں جناب۔ Principles of democracy یہاں ان s principle کو کوئی نہیں دیکھتا۔ freedom, equality جو انصاف کا ایک معیار ہے، مساوات، برابری۔ یہاں کیا ہو رہا ہے؟۔ اور اگر اس طرح ہوگا تو پھر یہ بے چینی ختم ہوگی کیا؟۔ قطعاً ختم نہیں ہوگی۔ یہ ظلم ختم ہوگا؟۔ بالکل ختم نہیں ہوگا۔ یہ جو ملک میں ساری دنیا میں کرپشن میں اب ہمیں نمبر one کہا جاتا ہے۔ جب یہ نہیں ہوگا تو پھر یہ داغ کیسے دھویا جائیگا؟۔ یہ نہیں دھویا جائیگا۔ برداشت اور اسی کی طرح معاشرتی انصاف۔ آپ دیکھیں جناب اسپیکر! آپ کے سامنے ہیں پورا بلوچستان پورا پاکستان آپ کے سامنے ہیں، social justice کہاں ہو رہی ہیں؟۔ کسی خطے میں ہو رہی ہیں؟۔ کس شہر میں ہو رہا ہے؟۔ کہیں بھی آپ کو نظر نہیں آئیگا جب تک اس کو observed نہیں کیا جائیگا جو ہمارے آج کے issues ہیں یا ہمارے جو ابھی آرہے ہیں یا ابھی جو ساتھیوں نے پیش کیے یہ issues بڑھتے جائیں گے کم نہیں ہوں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب آپ ایجنڈے کی طرف آجائیں۔

جناب قائد حزب اختلاف: یہ ایجنڈے کا حصہ ہیں جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ٹڈی دل کی یلغار پر۔

جناب قائد حزب اختلاف: یہ ایجنڈے کا حصہ ہے جناب۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی اس ایجنڈے میں ہے یہ آئین کی خلاف ورزی کی بنیاد پر ہے۔ میں اس لیے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم سب نے یہ جتنے بیٹھے ہوئے ہیں بشمول آپ کے جناب اسپیکر! ہم نے اس constitution کا حلف اٹھایا ہے ہم نے قسم اٹھائی ہے کہ ہم اس constitution کے مطابق جائیں گے۔ اور اس کی حفاظت کریں گے۔ اور اس کے مطابق عمل کریں گے لیکن ہم نے قسم یہ کھائی ہے کہ جہاں constitution کی کوئی provision ہمیں انصاف کی طرف دھکیلیے گا ہم اُس constitution کے اُس provision کو پاؤں تلے روندھیں گے۔ تب یہ مسائل کھڑے ہوں گے۔ تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان تمام چیزوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ یہ constitution ہے۔ اور ہم یہ عہد کریں کہ ہم نے اس آئین کی پاسداری بھی کرنی ہے اور اس آئین پر ہم نے عمل بھی کرنا ہے۔ جناب اسپیکر! اسی constitution میں ایک باب ہے جس کو حکمت عملی اردو میں کہتے ہیں اور حکمت عملی کے اصول اور انگریزی میں اُسے کہتے ہیں principles of policy یہ آرٹیکل 29 سے شروع ہوتا ہے اور آرٹیکل 40 پر آتا ہے۔ اور جناب اسپیکر! آپ کے rules میں بھی یہ provided ہے۔ unfortunat aspect ہے یہ۔ آپ کے ان rules میں بھی یہ ہے کہ یہ principles of

جناب قائد حزب اختلاف: بھائی میں irrelevant نہیں ہوں۔ میں relevant بات کر رہا ہوں۔ اور یہ کرونگا۔ یہ بحیثیت میری ذمہ داری ہے۔ آپ کو سمجھاؤں گا۔ اگر آپ سمجھ گئے تو ٹھیک ہے۔ نہیں سمجھے تو خدا آپ کو سمجھائے۔ ہمارے بس کی بات تو نہیں ہے۔۔ (مداخلت۔ آوازیں۔ شور)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ دنوں تشریف رکھیں دُمر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ زابد علی ریکی صاحب آپ بیٹھیں۔ آپ دنوں تشریف رکھیں۔ ملک صاحب! جناب قائد حزب اختلاف: اسپیکر صاحب! آپ constitution دیدیں جناب! آپ پر آرہے ہیں جی۔ آپ کہیں بعد میں جو بھی کہیں۔ یہ ساری مصیبتیں اس constitution کو follow نہیں کرنے کی ہیں۔ آج اگر گورنر کی رپورٹ یہاں ہوتی۔ اور اس میں یہ ہوتا کہ جی فلاں محکمے نے یہ کیا ہے۔ فلاں محکمے نے Principles of Policy کی خلاف ورزی کی ہے۔ فلاں آدمی نے اتنا کمیشن لیا ہے۔ فلاں آدمی نے اتنے کی کرپشن کی ہے۔ تو یہ ساری چیزیں صحیح ہوتیں۔ لیکن چونکہ یہ رپورٹ نہیں لانے دیا جا رہا ہے۔ constitution کہتا ہے کہ رپورٹ لے آؤ۔ رپورٹ پیش کرو۔ یہ گورنر کی ذمہ داری ہے۔ یہ چیف سیکرٹری کی ذمہ داری ہے۔ یہ سیکرٹری کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس رپورٹ کو تیار کرنے میں گورنر صاحب کی مدد کریں۔ اور وہ رپورٹ اسمبلی کے سامنے آئے۔ جب اسمبلی کے سامنے رپورٹ آئے گی۔ اسمبلی میں discuss ہوگی۔ تو پھر وہاں سے سدھار کی باتیں چلیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! آپ ایجنڈے پر بات کریں۔ ایجنڈے پر آجائیں ملک صاحب۔

جناب قائد حزب اختلاف: یہ ایجنڈا ہے جناب اسپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! ایجنڈا یہاں ٹڈی دل کا ہے۔ وہ لارہے ہیں۔

جناب قائد حزب اختلاف: اس سے بڑھ کر ایجنڈا کہاں سے ہم لے آئیں؟۔ یہی تو ایجنڈا ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ کام کریں تو یہ مسائل نہیں ہونگے۔ یہ نہیں کرو گے تو یہ مسائل ہونگے۔ یہ جناب آرٹیکل انتیس ہے۔ اگر یہاں مجھے اجازت دیں۔ انتہائی relevant ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! ایجنڈا بہت بڑا ہے۔ آپ ایجنڈے پر بات کریں۔ ٹڈی دل پر بات کریں۔ بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ پر۔

جناب قائد حزب اختلاف: یہ ہاؤس اسی لیے ہوتا ہے جناب۔ یہاں ہم اگر نہ بولیں تو کہاں بولیں؟۔ یہاں ہم حق کی بات نہ کریں تو کہاں کریں؟۔ یہاں اگر ہم یہ آئین کو discuss نہ کریں۔ قانون کو discuss نہ کریں۔ اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کریں تو ہم کہاں کریں؟۔ ہمیں یہاں کہنا ہے۔ اور جناب! ہمیں آپ اجازت دیں۔۔ (مداخلت۔ آوازیں۔ شور)۔ یہ آئین کہتا تھا آپ ہر وقت ہونگے۔ یہ اس طرح ہے کہ آئین کو نہیں روک سکتے ہیں۔ تھوڑا سا برداشت کریں۔ یہ آرٹیکل thirty one جناب۔ جناب اسپیکر! آرٹیکل Thirty One جناب آپ کے سامنے ہے۔

وزیر زراعت کو آپرےٹوز: نہیں یہ تو صبح تک ختم نہیں ہوگا جناب۔

جناب قائد حزب اختلاف: Article Thirty one of the Constitution:

31(1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be able to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah.

کیونکہ یہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے جناب یہ آئین میں اس لئے provide کیا گیا ہے کہ یہ steps یہ بھی جو پالیسی کے principles ہیں۔ یہ اُسکا اکتیسواں ہے۔ یہ چالیس تک یہ سارے principles ہیں۔ اب اس کے بارے میں بھی آج تک کوئی رپورٹ اس ہاؤس میں نہیں لائی گئی کہ کیا steps لیے گئے لوگوں کے زندگیوں کو قرآن اور سنت کے مطابق بنانے کیلئے، کونسے اقدامات کیئے ہیں؟۔ کس نے کیئے ہیں؟۔ آج تک اس سے تمام لوگ نابلد ہیں۔ تو میں یہ عرض کرتا ہوں جناب اسپیکر! کہ یہ جو قواعد ہیں۔ یہ جو constitution کے provisions ہیں۔ انکو یہ binding ہے۔ اسکا violation کے تحت آتا ہے۔ یا تو پھر کونسا دلیر ایسا ہوگا کہ کہہ دے کہ اب تک جو یہ سارے constitution کو پاؤں تلے روندنا گیا ہے 6 article کے تحت کون initiate کریگا۔ میرا خیال ہے کوئی ایسا نہیں ہوگا کہ constitution کو بچانے کیلئے کوئی قدم اٹھائے۔ تو میری گزارش صرف اس حد تک ہوگی کہ یہ اس constitution کے 29 سے 40 تک کے provisions ہیں۔ جس میں لوکل گورنمنٹ کے institutions کو ترقی دینا۔ اور زبردستی کام لینا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! اذان ہے۔ اذان شروع ہے۔

(خاموشی۔ اذان کی آواز)

جناب قائد حزب اختلاف: Thank you جناب اسپیکر۔ میں جناب کی توجہ یہ اسمبلی کے رولز ہیں۔ Rule number.72 کی طرف جناب کی توجہ دلاتا ہوں۔ یہ جناب 172 ہے۔

1. The Minister concerned shall lay before the Assembly the Report under Clause 3 of Article 29 of the Constitution.

تو جناب آپ کی بھی ذمہ داری آجاتی ہے۔ آپ کے سیکرٹری صاحب کی بھی ذمہ داری آجاتی ہے اور ہم سب کی ذمہ داری آجاتی ہے۔ یہ provided ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! یہ Concerned Minister ظہور بلیدی کی ذمہ داری بنتی ہے۔

جناب قائد حزب اختلاف: جناب جس کی بھی بنتی ہے۔ mainly as a Custodian of the House ہم آپ کے سامنے یہ ساری چیزیں

رکھیں گے۔ ایک دوسرا provision ہے جناب۔ جو کہ Constitutional Provisional ہے۔ یہ جناب اسی کا، یہ جو آپ کے رولز کا ہے۔ rule 175۔ یہ

جناب! اسلامک آئیڈیالوجی کونسل ہے۔ جس کی ذمہ داری یہ ہے کہ تمام وہ قوانین جو پاکستان میں جتنے بھی قوانین اسلام کے منافی ہیں۔ انکو Null and Void

declare کرنے کے بعد اسلامی اصولوں اور Principles کے مطابق وہ قوانین بنانے۔ اور پھر اُس کی رپورٹ جو ہے وہ قومی اسمبلی میں بھی اور صوبائی اسمبلی

میں بھی پیش کی جاتی ہے۔ یہاں آپ کے رولز میں بھی یہ provided ہے۔ یہ Rule 175 ہے۔ Statement by the Member, sorry۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! یہ جب وہ بھجوائیں گے۔ تب ہی اس پر آپ کچھ کریں گے۔

جناب قائد حزب اختلاف: Recommendations and reports of the Council of Islamic Ideology. اب اگر وہ

نہیں بھیجتے ہیں۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ بد قسمتی سے آوے گا وہی اللہ کے حوالے ہے۔ اب یہ ساری اگر اسمبلی اس اپنے قاعدے کا پاس رکھتی۔ اپنے قاعدے کی

عزت کرتی تو رپورٹس جو ہیں وہ سارے رپورٹس آسکتی ہیں۔ کوئی اتنا بڑا مسئلہ تو نہیں ہے۔ اور یہ پھر اس ہاؤس میں

ہر معزز ممبر کے سامنے یہ رپورٹس جو آرٹیکل 30 کے تحت ہے یا پھر یہ جو Rule 175 کے تحت ہے:

The Recommendations and Reports of the Council of Islamic Ideology recieved and Article 230 of the Constitution shall laid before the Assembly by the Miniser for Law.

تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہماری بے حسی ہے۔ ہماری سرد مہری ہے۔ ہم اپنے پاؤں پر خود کھلا ڈا مار رہے ہیں۔ ہمیں اپنی Reforms کا کوئی خیال نہیں ہے۔ اگر ہم

قوانین کی بالادستی میں ہوتے۔ قانون یکساں ہوتا۔ ہمیں یہ درد ہوتا کہ جی ہم نے پالیسی کو بہت بڑی اہمیت دینی ہے۔ تو پھر ہمارے لیے یہ مشکلات نہ ہوتے۔ تو

Thank you جناب۔ یہ اب جو constitution ہے۔ یہ تو میں سمجھتا ہوں جناب آپ رولنگ پاس کریں گے۔ یہ جو بھی قدم ہوگا کم از کم اس اسمبلی میں

یا بلوچستان میں۔ آپ سے میں یہ گزارش کرونگا کہ یہ آپ فرمان جاری کریں کہ یہاں کوئی بھی کام constitution کے بغیر ہوا تو اُس پر ایکشن لیا جائیگا۔ میں آپ

کا بڑا ممنون بڑا مشکور ہوں گا۔ جناب کی مہربانی ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک سکندر خان ایڈووکیٹ صاحب۔ اچھا! میں سمجھا بات complete کری ہے آپ نے۔

جناب قائد حزب اختلاف: اچھا اب جہاں تک ان issues کا تعلق ہے۔ جو پہلا issue ہے ٹڈی دل کا یہ یلغار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مختلف اضلاع سے

ہمارے محترم بھائی belong کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک نعیم خان بازئی صاحب! آپ تشریف رکھیں آپ بہت شور کرتے ہیں۔

جناب قائد حزب اختلاف: مختلف اضلاع سے انکا تعلق ہے۔ پاکستان میں جناب اسپیکر! ہمارے پاس بلوچستان کے اندر کوئی فیکٹری نہیں ہے جہاں ہمارے

لوگ جا کر مزدوری کریں۔ کام کریں۔ کان کنی ایک ایسا جو غریب لوگوں کا پیشہ رہ گیا۔ جس میں کبھی گیس بھر جاتا ہے۔ کتنے مر جاتے ہیں۔ نکالے بھی نہیں جاسکتے ہیں۔

لوگ جا بھی نہیں سکتے ہیں۔ یا پھر لیبر کرتے ہیں۔ تو اگر یہ کارخانے یہاں ہوتے۔ جس طرح ہمارے دوسرے sister-provinces میں ہیں۔ پھر تو لوگ اپنی معاش کیلئے کوئی ذریعہ ڈھونڈ لیتے۔ لیکن وہ نہیں ہے۔ ہمارے ہاں اب کوئٹہ capital ہے۔ سب سے بڑا شہر ہے۔ یہاں لوگوں کو روزگار کرنے کے لیے کتنے مواقع ہیں جناب اسپیکر! آپ کے سامنے ہے۔ لے دے کر کے ہمارے بلوچستان میں دارو مدار زراعت پر ہے یا دارو مدار مال برداری پر ہے۔ تو زراعت کے سلسلے میں اگر یہ آفات جس طرح اس سال جو گندم پہلے کوئی دس بوری لیتا تھا۔ اب پانچ بوری ہے۔ اگر کوئی کپاس کی فصل ہے۔ جو اس وقت بلوچستان کا کپاس ہے۔ وہ پنجاب اور سندھ سے بھی اچھا ہے۔ اور اس کی اچھی مارکیٹ ہے۔ لیکن کپاس اس دفعہ اسی ٹڈی دل کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔ اس لیے اُنکو وہ نقصانات ہیں۔ یا پھر باغات ہیں جن پر سارا انحصار ہے۔ ان کا جو جس طریقے سے تو ایک عذاب الہی ہے۔ ہمارے اعمال ہیں۔ آکر ہم پر یہ مسلط ہوتے ہیں۔ ہمارا نقصان ہوتا ہے۔ یہ اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن حکومت کی ایک ذمہ داری بنتی ہے کہ اس وباء سے جس طرح کرونا بھی وباء ہے۔ یہ بھی وباء ہے۔ اگر ہمارا ایگریکلچرل بھی ختم ہو جائے۔ ہماری مال کی جو پرورش ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔ ہمارے لیے تو سمگلنگ میں بارڈر بند کر دیئے گئے۔ ہمارے لیے ایک دوسرے سے چھیننے کے علاوہ کوئی دوسری چیز تو رہ نہیں جاتی ہے۔ تو اس لیے اس کو انتہائی اہمیت دی جائے۔ جہاں جہاں نقصانات اس سے ہوئے ہیں۔ اُن نقصانات کا جائزہ لیا جائے۔ اور پھر جو جہاں جہاں یہ نقصانات آگے چل رہے ہیں جناب اسپیکر! اُن کو بھی دیکھا جائے۔ اور اُس کا تدارک کیا جائے۔ اُس کا جو حفظ مانقندم کے طور پر اُس میں کام کیا جائے۔ زبانی جمع خرچ میں تو جناب اسپیکر! زبانی جمع خرچ میں تو ہم سب اچھا کہہ کر ساری چیزیں ہو جاتیں ہیں۔ لیکن پریکٹیکل لوگ جو میں نے دیکھے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کے پاس تو۔۔۔ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے یہ بوتلوں میں وہ بھرا ہوا تھا۔ اُس پر وہ چھڑکاؤ کرتے تھے۔ یا پھر ڈرم۔۔۔ تھے۔ تو اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہوگی کہ اس کو آئندہ بجائے اس کے کہ صرف یہاں کہہ دیا جائے۔ جی سب کچھ ٹھیک ہے۔ جس طرح کرونا میں کہا جاتا ہے۔ جناب اسپیکر! ایک بات میں، یعنی یہ انتہائی پریشانی والی بات ہے۔ ہمارے اس ضلع کوئٹہ میں مارچ، اپریل اور مئی۔ تین مہینوں میں سریاب سے لیکر سرہ غرگئی تک اور انمرگ تک۔ کوئی بھی ایسا گھر نہیں رہا ہے جس میں تین، چار یا پانچ آدمی ہفتہ بھر تک بیمار نہیں رہے ہوں۔ اعصاب کا بخار۔ یہ جتنے بھی یہ جو P.D.M.A ہے یا ہیلتھ کے لوگ ہیں۔ یہ انہی علاقوں میں رہتے ہیں۔ لیکن سوائے اُن لوگوں کے جو پیناڈول خود لے آتے تھے یا کسی جگہ سے کوئی انجکشن مل جاتا تھا۔ لیکن یہاں کہہ دیتے ہیں جی سب کچھ اچھا ہے۔ جام صاحب ہوتے تو وہ جواب دیتے۔ ایک مریض پر آپ پچیس لاکھ روپے لیتے ہیں۔ اس کا حساب کدھر ہوگا۔ ہمارے ہاں تو بیس ہزار لوگوں کا یا چالیس ہزار لوگوں کا علاج پیناڈول سے ہوا ہے۔ کسی نے اُس کے سَر پر ہاتھ نہیں رکھا ہے۔ ہم کہیں کہ جی اس پر دوسری بات کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں جی ایجنڈے کی طرف آئیں۔ یہ ہمارے سامنے ہے۔ یہ شہادتیں ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کوئٹہ۔ اور کوئٹہ سے باہر جو پورا بلوچستان ہے۔ اُس میں بھی کہیں بھی نہ P.D.M.A نے مدد کی ہے۔ نہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے مدد کی ہے۔ جو مرے ہیں وہ مر گئے۔ جو بچے ہیں وہ اپنا دارو کھا کر بچے ہیں۔ تو اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ یہ اور اس سے یہ مزید نقصان ہوا ایگریکلچرل کو یا صوبے کو۔ تو اس پر جناب قابو پانے کیلئے آپ احکامات بھی جاری کریں۔ اور جو ایگریکلچرل کے منسٹر صاحب ہے۔ وہ بتائیں گے کہ اس مند میں اُنکو کتنا فنڈ ملا ہے؟

کیسا استعمال ہوا ہے۔ کس طرح استعمال ہوا ہے۔ کہاں کہاں استعمال ہوا ہے۔ باقی ایجنڈے پر بعد میں عرض کروں گا۔ Thank you very much.

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ایڈووکیٹ صاحب۔ ویسے آپ لوگوں کی رائے چاہیے ایجنڈے میں پانچ نکات ہیں تو ایک ایک کر کے سب پر آپ لوگ بحث کرنا چاہتے ہیں یا جو بھی جس پر بات کرنا چاہے۔ نہیں، ہر دن تو اجلاس پانچ دن تو اجلاس نہیں ہم چلائیں گے۔ چلیں ایسا کرتے ہیں پہلے تین ایجنڈوں پر آج بات کرتے ہیں۔ پہلے تین جو ہیں اُس کے بعد پھر 2 رہ جائینگے۔ وہ جمعہ کو کریں گے۔ نہیں اگر آج ختم ہوئی تو پھر جمعہ والے دن آپ نہیں آئیں گے۔

جناب قائد حزب اختلاف: مشرق اخبار ہے جس میں ایک بڑی سرخی ہے کہ سول ہسپتال میں جعلی ادویات کے ذریعے مریضوں کا علاج کئے جانے کا انکشاف۔ ادویات کی خریداری کیلئے ہسپتال کا شعبہ فارمیسی کا سالانہ بجٹ 27 کروڑ روپے ہے۔ ادویات مریضوں کے معائنے کے بعد علاج کیلئے فراہم کی جاتی ہے۔ یہ آگے تفصیل دی گئی ہے کہ یہ ادویات جعلی ہیں۔ صرف اگر اس ایک پوائنٹ کو جناب اسپیکر! ہمارے ٹریژری کے بھائی لے آئیں ہمارے ساتھ۔ (مداخلت)۔ ٹھیک ہے اس میں باقی ساتھی بات کریں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ان میں سے جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ ریکارڈ کا حصہ بن جائیگا۔ پھر جو GM آئیگا وہ اپنا اگر ان لوگوں۔ (مداخلت)۔ نہیں تو جو بات کرنا چاہتے

ہیں وہ بیشک کر لیں۔ serial wise ایجنڈے پر بات کریں۔

جناب قائد حزب اختلاف: جناب! کراچی میں کتنے دنوں سے آپ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت بھی، اپوزیشن بھی جو فیڈرل گورنمنٹ کے وزراء ہیں، فیڈرل

گورنمنٹ کے حامی MNA's ہیں وہ بھی سراپا احتجاج K-Electric کے خلاف ہیں۔ ہمارے ہاں لوڈ شیڈنگ کی جو پوزیشن ہے۔ ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں

آٹھ گھنٹے، چھ گھنٹے لوڈ شیڈنگ نہ ہو۔ اور یہ بھی غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ ہوگی۔ میرے کوئٹہ کے ایم پی ایز گواہ ہونگے کہ اس پوائنٹ پر کوئٹہ میں ہمارا اجلاس ڈپٹی کمشنر

صاحب کے آفس میں ہوا۔ ہمارے کوئٹہ کے ممبران اسمبلی تھے وہ بھی تھے۔ اور بجلی کے جو یہاں کے جو کوئٹہ الیکٹرک سپلائی کمپنی کے جو بڑے تھے وہ بھی۔ یہ بات وہاں

یہ طے ہوئی کہ آئندہ غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ نہیں ہوگی۔ ساتھ میں انہوں نے ایک بات یہ رکھی، کہ جی یہاں بل نہیں دیئے جاتے ہیں۔ تو یہ جناب اسپیکر! باہمی تضاد

ہے۔ وہی پھر مجھے constitution کی طرف جانا پڑتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ نہیں پڑھیں۔ یہ ذمہ داری کیسکو اپنی پوری نہیں کرتا، لوگ بھی کوشش کرتے ہیں کہ

کسی اس موقع کو غنیمت جانیں وہ اپنے لئے۔ لیکن اگر قانون کی بالادستی ہو تو الیکٹرک سٹی ایکٹ ہے باقاعدہ۔ اور اس میں بل جمع کرنے بل جمع کرنے بل کا فارم

دینے، یہ تمام procedures دیئے ہوئے ہیں اور پھر کیسکو کے اپنے مجسٹریٹ ہیں جو اس ایکٹ میں provided ہیں۔ لیکن ہم ان ایم پی ایز کے حضرات کے

سامنے ہمارے کوئٹہ کے ڈی آئی جی صاحب نے اور کوئٹہ کے ڈپٹی کمشنر نے ان کو کہا ہے کہ بھائی دو باتیں ہیں، اگر آپ کو کوئی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے، اگر آپ اپنے

آپ کا جو function ہے اس کی performance میں آپ کوئی پریشانی ہے یا آپ کو جو اپنا کام ہے وہ smooth چلانے میں آپ کے لئے کوئی مشکل ہے تو

ہم آپ کی مدد کیلئے ہر طرح سے تیار ہیں۔ یہ assurance جو ہے law enforcement agency تھی یا ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن ہے، ان کی طرف سے

یہ assurance دی گئی تھی۔ لیکن اب بھی وہی غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ ہے، جس کی کوئی گنجائش نہیں بنتی ہے۔ ہم یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ جناب اسپیکر! کہ اگر کوئی غلط

بجلی استعمال کرتا ہے اس کی مدد کی جائے۔ بالکل ہم نہیں کہیں گے۔ ہم ہر فورم پر یہ کہیں گے کہ جو غلط کام کرتا ہے۔ جو بھی غلط کام کرتا ہے اس کو اس کی سزا ملنی

چاہیے۔ یہیں سے Reforms شروع ہوتا ہے۔ جہاں بھی کوئی غلط کام کرتا ہے۔ لیکن کسی شریف آدمی کو کسی غلط کام کرنے والے کی سزا اس کو نہ دی جائے۔ یہ

انسانیت میں بھی، قانون میں بھی، اخلاقیات میں بھی یہ غلط کام ہے، غلط ہے، گناہ ہے، جرم ہے۔ اور پھر اس معاشرے کو برائی کی طرف دھکیلنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جب

ایک شریف آدمی اپنے ہاں سمجھے گا کہ جی یہ میرا فرض بنتا ہے کہ میرے دو ہزار بجلی کا بل ہے یہ میں ادا کروں، نہیں تو قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائیگا۔ میرے بچے

اس سے مستفید ہوتے ہیں، کس کی گناہ انکو پڑ جائیگی۔ بچے خراب ہو جائیں گے۔ لیکن جب یہ دیکھے گا کہ بھائی چوری کون کر رہے ہیں اور سزا کس کو مل رہا ہے۔ مجھے تو

شرافت کی سزا مل رہی ہے، مجھے دیانت کی سزا مل رہی ہے، مجھے اچھے کام کی سزا مل رہی ہے۔ تو پھر وہ بھی سوچھے گا کہ چلیں جی کسی طریقے سے میں بھی غلط کام شروع

کروں۔ تو یہ جو اس پر اُکسانے والی بات۔ جس طرح جناب اسپیکر! اس وقت کوئی مانے یا نہ مانے یہ حقیقت ہے کہ پورے بلوچستان میں پورے پاکستان میں ہر شخص کو

یہ یقین ہے کہ بغیر رشوت کے میرا کام نہیں ہوتا۔ جہاں کبھی جاتا ہے تو سب سے پہلے اس دروازے کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ حالات کیوں پیدا کئے گئے

ہیں؟۔ یہ حالات اس طرف کیوں لائے گئے ہیں؟۔ یہ اس ہاؤس کے سوچنے کی بات ہے۔ اس ہاؤس نے یہ جا کر طے کرنا ہے کہ ہمارا حاجی، ہمارا معزز، ہمارا

مولوی، ہمارا تاجر، ہمارا ڈرائیور، ہمارا ٹرانسپورٹروں کو بھی زندگی کے جس شعبے سے تعلق رکھتا ہے اس کے دل میں یہ خلش ہوتی ہے کہ جہاں جاتا ہوں یہ پیسے مانگے جاتے

ہیں اور میں اس کی تیاری کروں۔ اور کس طریقے سے جو دروازے کو میں استعمال کروں۔ تو اس روش کو یہ جو اس طریقے سے کرتے ہیں جناب! یہ ان کا فرض بنتا ہے

کہ اپنا بقایا جات وصول کریں۔ لیکن جس شخص کو میٹر لگا کر وہ بجلی provide کرتے ہیں پھر ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس کو بجلی پہنچائیں چاہے اس کے لائن سے

ہزاروں لوگ اور لے جائیں یہ اس کا درد سر ہے۔ اس کیلئے وہ Law کو motion میں لاسکتا ہے۔ ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن نے اس کے ساتھ وعدہ کیا ہے اور جو

پولیس کے ڈی آئی جی ہیں کوئٹہ کے یہ انہوں نے ان کو آفر دی ہے کہ ہم۔ اور دوسرا جو بڑا مسئلہ ہے جناب ان دنوں میں جب prime-time ہوتا ہے ایگری کلچر

کا۔ تو بجلی کے کنکشن کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اب تو وہ مشین جو ہیں Low وولٹیج پر وہ مشین خراب ہوتا ہے، مشین کو لیجاتے ہیں پھر بنا کے جب لاتے ہیں تو اس دوران

اس کی فصل جو ہے اس کو پانی کی وجہ سے اس کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو ہونا تو یہ چاہیے کہ جو طے کیا ہے زمینداروں کے ساتھ یا ایگریکلچر سے تعلق رکھنے والے بور کے

ساتھ اس کے مطابق ان کو پانی پہنچایا جائے۔ ان زمینداروں کا کیا قصور ہے جنہوں نے دس گھنٹوں کے حساب سے اپنا فصل بویا ہے۔ اس پر لاکھوں روپے خرچ کئے

گورنمنٹ کی بھی اور یہ ذمہ داری ہے کیسکو کے بھی۔ جب وہ ایگریمنٹ پر آجاتے ہیں تو پھر وہ بجلی پہنچانا اور فصلوں کو بچانا ان کی ذمہ داری ہے۔ کہا یہ بھی جاتا ہے جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جی گورنمنٹ بلوچستان ہے وہ اپنی سبسڈی کا حصہ pay نہیں کر رہا ہے۔ اور پھر جب گورنمنٹ pay نہیں کرے گی تو ہم کہاں سے یہ بجلی لائیں گے۔ اور کہاں سے provide کریں گے۔ تو یہ بھی ایک concern والی بات ہے جناب اسپیکر! کہ یہ دیکھا جائے جہاں سے میرے فاضل دوست حالات کے مطابق بتائیں گے کہ گورنمنٹ آف بلوچستان کے پاس کیا ان کی سبسڈی کتنے وہ قرضدار ہیں وہ کیوں نہیں دیتے؟۔ اور پھر اس معاہدے کے بعد یہ زمیندار ایکشن کمیٹی کے چیئرمین صاحب ملک نصیر صاحب یہاں بیٹھے ہیں۔ تو House کے سامنے بھی وہ اپنا statement دیں گے کہ جی زمیندار یہ کریں گے جو زمیندار اس سے ہٹ کر کرے گا اُس کے ساتھ جو بھی برتاؤ کیا جائے اور پھر جو connection کاٹا جائے گا اُس کا کیا طریقہ کار رکھا جائے اور یہ گھروں میں، محلوں میں بجلی کا بل اس گرمی میں جہاں بچے تڑپ رہے ہوتے ہیں ہمارے تو صرف کوئٹہ شہر کے اندر AC کا provision ہے اس اگست میں بھی کہیں بھی آپ AC کا کوئی سوچ ہے نہ AC کا provision کسی جگہ بھی ہے۔ اب بجلی بھی چلی جاتی ہے تو بچوں کا کیا حال ہوگا بڑوں کا کیا حال ہوگا، خواتین کا کیا حال ہوگا۔ اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ تو یہ order ہم آپ سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ یہاں سے آپ یہ حکم pass کریں کہ جو لوگ بل دیتے ہیں انکی بجلی اگر کاٹی جاتی ہے تو وہ سزا کے مستحق ہیں، جو نہیں دیتے ہیں اُس کے لیے وہ قانون کے مطابق جو بھی کارروائی کرتے ہیں، میری گزارش یہ ہے کہ یہ دو تین مسئلے ہیں اس پر آپ کی rulling کی ضرورت ہو گی۔ thank you very much۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر! آئین سے متعلق ہمارے دوستوں کو اگاہی فراہم کرنے کے بعد میرے خیال میں بہت کم موضوع پر ہمارے پاس بات کرنے کے لیے رہتا ہے۔ یہ جس موضوعات پر ہم نے اجلاس requisition کی ہے مخصوص ٹڈی دل کا میں agenda No.1 سے میں شروع کرتا ہوں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کوئی 23 کے قریب ممالک ٹڈی دل سے متاثر ہیں۔ سب سے زیادہ مشرقی افریقہ، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے تقریباً تین کے قریب ممالک ہیں جن میں ٹڈی دل کے یلغار نے بہت متاثر کیا جس میں پاکستان، بھارت یہ ممالک سارے شامل ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا جناب اسپیکر جب فروری کے مہینے میں یہاں پر کرونا کے حوالے سے بحث چل رہی تھی پوری دنیا کرونا کے حوالے سے ہمارے اخبارات، میڈیا، ہماری political leadership، ہماری bureaucracy، policy makers، سب کی توجہ کرونا کی طرف تھی۔ ہم نے یہاں پر اسمبلی کے باہر بھی press conference میں یہ ایک بات کی تھی کہ ٹڈی دل کی ایک بہت بڑی یلغار بلوچستان میں داخل ہوئی ہے اور estimated یہ طریقہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ یلغار ٹڈی دل کا جو آ رہا ہے جو ہم international media، national، کو ہم follow کر رہے تھے، تو اس کے جو نقصانات ہونگے وہ 40 سے 45 ارب روپے بلوچستان میں ہونگے۔ اور مجھے یہ بھی یاد ہے جب ہم نے کرونا پر بات کی اس اسمبلی میں ہم پر ہنسا گیا۔ جب ہم نے ٹڈی دل پر اسمبلی کے باہر بات کی تو حکومت میں ہمارے اعلیٰ عہدوں پر فائز دوستوں نے اس کا مذاق اڑایا کہ ثناء بلوچ صاحب 40 ارب کا کہتے ہیں کہ نقصان ہوگا یہ زرا بتائیں یہ کیسے ہوگا؟ آج 40 ارب نہیں بلکہ اگر حقیقت میں دیکھا جائے آنے والے دو سے تین سالوں میں بلوچستان کی معیشت کو اور بلوچستان کی زراعت کو، اور بلوچستان کی گلہ بانی کی صنعت کو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے اثرات 6 سے 7 سال تک ہوں گے اور بلوچستان کی معیشت، بلوچستان کی زراعت کو، اور بلوچستان کی گلہ بانی کو 400 سے 450 ارب روپے کے نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ یہ چیز نظر آنے والی نہیں ہے کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ٹڈی دل کے دو، تین اقسام ہیں، اس کے کبھی چھوٹے swams یا ٹولے ہوتے ہیں، کبھی بڑے ٹولے ہوتے ہیں زمرک صاحب جانتے ہوں گے ان کو briefings دیئے گئے ہوں گے۔ میں خود agriculturist ہو by profession تو جب یہ swams وہاں سے شروع ہوئے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ بہت کم ہیں لوگوں نے کسی نے کھانے کی بات کی، کسی نے پکانے کی بات کی، کسی نے پکڑنے کی بات کی، پنجاب کے اندر حکمت عملی بنائی گئی کہ آپ دس روپے فی کلو کے حساب سے پکڑ کر خریدیں گے۔ یہ کسی بڑی حکمت عملی کے بغیر اتنی بڑی یو بواء ہے کہ کرونا سے بڑی یہ یو بواء ثابت ہوئی اور ہوگی۔ بالخصوص یہ 23، 24 ممالک جہاں پر موسمی اثرات کے باعث، جہاں پر موسمی تغیرات و تبدیلیوں کے باعث، environmental changes کے باعث، اور بے وقت اور بے ہنگم بارشوں کے باعث ریگستان کے علاقوں میں جب

انہوں نے انڈے دینے شروع کیے اور ایک ٹڈی دل جو ہے وہ 100 سے 140 کے قریب تک انڈے دیتی ہے۔ اور یہ جب انڈے دیتے ہیں تو یہ مختلف اور particularly پاکستان جیسا ملک، بلخصوص بلوچستان جیسا صوبہ اس لیے بھی سب سے زیادہ متاثر ہو سکتا ہے کہ یہاں پر موسم اس طرح کا ہے کہ یہاں دو موسموں میں اسکی افزائش نسلی یا اس کا جو انڈا دینے کا process ہے وہ سال میں دو دفعہ ہوگا۔ باقی جگہوں پر ایسی صورتحال نہیں ہے۔ یورپ میں ایسا نہیں ہوگا، کہیں اور ایسا نہیں ہوگا کیونکہ وہاں پر موسمی حالات ایسے نہیں ہیں ہمارے ہاں اگر یہ قدرتی طور پر settle ہوتا ہے تو دو دفعہ یہاں پر اس کی افزائش نسل ہوگی۔ اور اگر اس کی افزائش نسل اس رفتار سے بڑھی تو جناب والا اس کا تخمینہ آپ لگا نہیں سکتے ہیں بلوچستان جیسا صوبہ جو اس وقت غربت کی اتھا گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہے میں ہر وقت یہ کہتا ہوں کہ 70 سے 80 فیصد بلوچستان کی آبادی کثیرالاجہتی غربت کا شکار ہے۔ multi dimensional poverty جو record کی گئی ہے وہ بلوچستان میں جنوبی ایشیاء سے زیادہ ہے۔ بلوچستان کے کچھ اضلاع افغانستان اور صومالیہ اور افریقہ کے جنگ زدہ علاقے ہیں بلوچستان کے کچھ اضلاع جو comparative human development کی شرح وہ نکالی جائے وہ دنیا میں سب سے پیچھے ہے۔ جب ایسے ملک میں جب ایسے علاقے میں لوگوں کا گزر بسر انکی بھیڑ بکریاں ہیں، لوگوں کا گزر بسر قدرتی چراگا ہیں ہیں، لوگوں کا گزر بسر انکی فصلات ہیں، لوگوں کا گزر بسر solar panel اپنی بھیڑ بکریاں بیچ کر ایک چھوٹی موٹی زمینداری شروع کرنا ہے۔ یہ بلوچستان کے وہ لوگ ہیں جو اپنی مدد آپ زندہ ہیں، انکو بلوچستان کی حکومتوں نے، ان کو بلوچستان کی سیاسی اشرافیہ نے، ان کو ہمارے خزانے سے ایک روپیہ نہیں ملا، یہ اپنی روزی روٹی خود بناتے ہیں۔ آج صرف بات یہ کہ اتنی بڑی و باء آرہی تھی، ایک proactive approach ہونا چاہیے تھا۔ جب فروری میں ٹڈی دل داخل ہو رہا تھا یا ٹڈی دل کی افزائش نسل ہو چکی تھی، جب اس کے بچے زمین سے نکل کر رینگ رہے تھے، یہ اُس وقت بہت بڑی تربیت کی ضرورت تھی۔ یہ بڑی اگا ہی ہم کی ضرورت تھی جنگی بنیادوں پر۔ جس طرح آپ کر دنا سے لڑ رہے تھے تو دوسری طرف اسی رفتار سے آپ کو ٹڈی دل کے خلاف حکمت عملی بنانے کی ضرورت تھی۔ اس میں آپ کو فضائی اسپرے بروقت کرنا چاہیے تھا، آج تک بلوچستان میں اس پر فضائی اسپرے نہیں ہو سکا۔ آپ کو زمینی اسپرے شروع کرنے کے لیے ادویات مفت ہر اضلاع اور علاقے میں پہنچا دینے چاہیے تھے۔ لیکن ہم پہنچا نہیں پاسکے۔ لوگ فون کرتے رہے، منتیں کرتے رہے لیکن ادویات ہم پہنچا نہیں سکے۔ اس کے علاوہ جو لوگ انفرادی سطح پر اس ٹڈی دل میں شامل ہونا چاہتے تھے اُن کو support کرنے کی ضرورت تھی لیکن ہم نے نہیں کیا۔ جناب اسپیکر! بلوچستان بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ بلوچستان میں خون خرابہ، جنگ و جدل، بد امنی، بے روزگاری، احساس مایوسی بڑھتی جا رہی ہے۔ اور جب یہ چیزیں بڑھتی ہیں تو ایک factor نہیں ہوتا یہ نہیں کہ کسی کو junior clerk کی نوکری نہیں ملی بلوچستان میں غربت بڑھی۔ بلوچستان میں کافی factors مل کر، بلوچستان میں economic factor مل کر unemployment مل کر، deteriorating جو ہمارا تباہ حال زراعت ہوتا جا رہا ہے، ہماری تباہ حال جو گلہ بانی کی صنعت ہے جس کو ہم نے تباہی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ ماہی گیروں کو جس طرح ہم نے محدود کر دیا ہے، 500 روپے فیس دینے والا ماہی گیر کو کہہ رہے ہیں کہ آپ پندرہ ہزار مہینے کی فیس دے دو۔ پانچ لاکھ روپے فیس دے دو۔ ہم نے systematically بلوچستان کے اندر اپنے ہاتھوں سے روزی روٹی کمانے والے لوگوں کو بھوک سے مارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم ہمیشہ یہی کہتے تھے جب سال میں آپ کے پاس ایک دفعہ بجٹ آتا ہے خدا کے لیے یہ تباہ حال صوبہ ہے اسکے fault lines کو سمجھیں۔ اس کے agriculture, livestock, fisheries, unemployment, یہ جو بڑھتی ہوئی مایوسی، یہاں جو ارتعاش ہے، یہاں بد امنی بڑھ رہی ہے، یہاں بلوچستان میں اور ایک بڑی لہر آنے والی ہے بد امنی کی، اس کو سمجھنے کے لیے آپ کو بلوچستان کے political and economic landscape کو سمجھنا پڑے گا۔ اس landscape کو جب آپ سمجھیں گے، اُس landscape کے اندر رہتے ہوئے آپ development کا agenda بنائیں اور framework بنائیں۔ جہازوں کی خریداری سے، fancy projects سے، ایسی چیزوں سے آپ fault lines کو نہیں پکڑ سکتے۔ یہ واحد صوبہ ہے جہاں پر 200 یا 250 کے قریب صنعتیں ہیں جو حسب میں قائم ہیں اور وہاں پر بھی سارے technical ملازمین کراچی سے آتے ہیں۔ یہاں پر human resource کو develop کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کی زندگیاں transform ہوں۔ ہم 70 سال سے بلوچستان کی society کو، ہم بڑے خوش ہیں کہ ہم پاکستان کی 70% گلہ بانی، بھیڑ بکریاں ہم پیدا کرتے ہیں۔ اچھی بات ہے اسٹریلیا میں ابھی تک لوگ بھیڑ بکریاں چلاتے، کرتے ہیں، ترکی میں چلاتے ہیں، یورپ میں چلاتے ہیں، لوگ سمھالتے ہیں، گلہ بانی بڑی بات نہیں ہے لیکن کیا بلوچستان کے نوجوان بلوچستان کے

کر دیا ہے۔ اسٹریلیا نے باقاعدہ آج سے 60 سال پہلے ایک proactive governance commission بنایا۔ یہ تو نہیں ہے اچانک ٹڈی دل نظر آئے میڈیا میں، ایک ارب روپے دے دو۔ plant protection، 50 کڑو روپے دے دو۔ اس کو 120 کڑو روپے دے دو، پیسے بانٹو، آخر میں زمین پر کچھ نظر نہیں آئے، زمیندار تک کچھ نہیں پہنچے، اس کو کہتے ہیں re-active governance جہاں پر جب دشمن آپ کے اوپر آتا ہے، بیماری آپ کے اوپر آتی ہے، وباء آپ کے اوپر آتی ہے، اُس کے بعد آپ صرف خزانے سے پیسے نکال کر پھینکتے ہیں۔ جناب والا چیزوں کو پیسوں سے روکا نہیں جاسکتا۔ اچھی حکمت عملی قوموں کو وباء سے، امراض سے، اس حشرات الارض سے، سیلابوں سے اور طوفانوں سے بچاتی ہے۔ پیسے نہیں بچاتے، 5 ارب روپے کرونا کی مد میں خرچ کیے گئے، کہتے ہیں نئی health city بنائی جا رہی ہے۔ آپ کے hospitals میں کھڑکیاں ٹوٹی ہوئی ہیں، آپ کے hospitals میں، میں نے کہا جو فاطمہ جناح جو chest کا hospital ہے، جہاں پر آیت اللہ درانی جیسے شہزادے، بلوچستان کے فرزند، جن کی بڑی سیاسی خدمات ہیں اُن کو movement کے لیے، اُنکو ہلانے کے لیے، اُنکو لیٹانے کے لیے، اُنکو سانس کو لے جانے اور لانے کے لیے بھی آپ کے ایک expert نہیں ہے کہ وہ وہاں پر تعینات ہو، ڈر کے مارے کوئی نہیں ہے۔ اُن کی اپنی family کے لوگ 24 گھنٹے یہ کرتے رہے۔ cylenders کی لوٹ مار ہوتی رہی، ایک pickup پانچ، چھ cylenders لے آتی تو جس کا تیار دراز زیادہ طاقتور ہوتا وہ زیادہ cylinder اُٹھا کر لے جاتا تھا، لڑایاں تھی، جنگ عظیم سوم تھا، جنگ عظیم چہارم یہاں پر لگی ہوئی تھی۔ اس طرح ہوتی ہے حکومت؟؟ ہم آپ کو بار بار یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ کے پاس دولت ہے یہ دولت بلوچستان کی ہے، اسکو خدا کے لیے آئیں، properly targetted intervention کے ذریعے یہ ہماری جو منہ کی کالک کے بلوچستان کی حکمرانی کی اس کو دھوئیں۔ targetted intervention کے ذریعے۔ آپ کو جس جگہ targetted intervention چاہیے، ہمیں بہت بڑے fancy construction development agneda نہیں چاہیے۔ اب ٹڈی دل کا یہی ہوا کہ ہم نے targetted intervention نہیں کی، ٹڈی دل پوری دنیا میں ختم ہو میں آپ کو کہوں کہ ٹڈی دل بلوچستان میں رہیگا، ٹڈی دل بلوچستان سے جانے والا نہیں ہے۔ میں خاران گیا، خاران میرا حلقہ ہے، وہاں پر ریگستان ہیں، یہ ہماری زمینیں ہیں اُنکے بدعات ہیں جن کو ہم بلوچی میں سپنڈ کہتے ہیں، ان کے ارد گرد ریتیلے علاقے ہیں ساری جگہوں پر۔ جناب والا کسی کے بس میں نہیں ہے کہ ٹڈی دل کو وہاں سے نکال سکے۔ لوگوں کے پاس capacity نہیں ہے، تربیت نہیں ہے، آگاہی نہیں ہے، سہولیات نہیں ہیں۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہاں پر ہم آپ پر تنقید کرتے ہیں۔ ہم آپ کو بار بار دعوت دے رہے ہیں کہ بلوچستان کو اس اندھیروں سے نکالنے کے لیے۔ بلوچستان کی کشتی کو ڈوبنے سے بچانے کے لیے dialogue, dialogue, dialogue کی ضرورت ہے۔ یہ فوراً ہے، ہر چیز پر آئیں بات کرتے ہیں، آتا ہوں جناب والا ٹڈی دل کے ساتھ بجلی بھی منسلک ہے۔ کیونکہ جب ٹڈی دل نے ہماری زراعت کو۔ ہمارا گزر بسر ہے کیا؟ ہمیں بجلی ملی نہیں ہے۔ ریلوے کا Infrastructure ہمارے پاس نہیں ہے۔ اچھی سڑکیں ہمارے پاس نہیں ہے۔ Industrial Zones ہمارے پاس نہیں ہے۔ service sector میں ہمارے پاس human resource نہیں ہے۔ کہ ہمارے پڑھے لکھے لوگ ہیں، بچے ہیں جائیں گے باہر کے ملکوں میں۔ پیسہ کما کر جو ہے زرمبادلہ اپنے ملکوں میں بھیجیں گے۔ گزر بسر ہمارا زراعت کا دوسرا گزر بسر ایک تو ٹڈی دل نے تباہ کر دیا۔ دوسرا ٹڈی دل کی وجہ سے جناب والا! پیاز کی کاشت خراب ہوئی۔ کپاس بہت بڑی بلوچستان کے اندر ایک زرعی اجناس کے طور پر آتا ہے۔ خاران جیسے علاقے میں لوگ کپاس کی کاشت نہیں کر سکے۔ تو اسی سال میں آپکو پچاس سے ساٹھ ارب روپے کا loss صرف اور صرف ٹڈی دل کی وجہ سے زراعت کو ہوا۔ دوسرا سب سے بڑا زراعت کو dent کہاں سے پڑ رہا ہے؟ بجلی کی وجہ سے۔ لوگ آرام کی نیند تو نہیں سو سکتے۔ یہ واحد صوبہ ہے۔ لوگ بلوچستان وہ وسیع ترین علاقہ ہے جغرافیہ نام ہے ہمیں ہمیشہ کہتا ہوں۔ یہاں پر مختلف موسم ہے۔ سب زیارت میں نہیں رہتے۔ سب ہرنائی میں نہیں رہتے۔ بلوچستان میں ایسے بھی علاقے ہیں جہاں پر درجہ حرارت گرمی کا 48 ڈگری سینٹی گریڈ۔ 50 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے علاقوں میں جناب والا! مکران میں آپ نے دیکھی ہوگی خواتین احتجاج پر نکلی ہیں۔ خاران میں لوگ احتجاج پر نکلے ہیں۔ مکران میں لوگ احتجاج پر نکلے ہیں۔ چاغی میں نکلے ہیں۔ کوئٹہ میں لوگ احتجاج پر نکلے ہیں۔ سرریاں میں نکلے ہیں۔ سرریاں کوئٹہ میں ہے میرے بھائی۔ اچھا اب میں آپکو بتاؤں۔ ہمارے تقریباً دیکھیں کیا ہوا۔ بلوچستان کی اس وقت بجلی کی جو demand ہے یا بلوچستان کی جو طلب ہے وہ تقریباً 1800 Mega Volt سے زیادہ ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ۔ دو، تین دفعہ بجلی پر تفصیل سے بات کی۔ اور اس وقت جو بجلی بلوچستان کو فراہم کی جا رہی ہے وہ 600, 700

ہوسکتی۔ بجلی ہوا کے ذریعے پہنچانی نہیں جاسکتی۔ بجلی سائیکل پر، موٹر سائیکل پر، گاڑی میں جو ہے لوڈ کر کے نہیں لے جانی جاسکتی۔ بجلی کسی جگہ پر لے جانے کے لیے بہت بڑی Infrastructure کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک گاڑی کو تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے اچھی سڑکوں کی ضرورت ہے۔ جو بلوچستان میں نہیں ہے۔ اسی طرح جناب والا! یہ بد قسمت صوبہ ہماری نالائقوں کی وجہ سے۔ ہماری غلط حکمت عملی کی وجہ سے آج بلوچستان وہ واحد صوبہ ہے۔ جہاں پر بجلی کا infrastructure نہ ہونے کے برابر ہے۔ infrastructure کیا ہے؟ infrastructure ہے جناب والا! 500 K.V transmission کی لائن ہے۔ infrastructure ہے آپ کی 500 K.V Grod-stations Infrastructure ہے۔ آپ کی high power transmission اور high efficiency-distribution lines اور distribution system۔ جب بلوچستان میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ even اگر آپ کو بیٹھ کے اندر دنیا جہاں کی بجلی لے آئیں۔ آپ بلوچستان کو 4000 میگا واٹ بجلی کو بیٹھ میں لا کر دے دیں۔ آپ کی بجلی کسی اور جگہ لے جانی نہیں سکتی ہے۔ اس کو لے جانے کے لیے بہت بڑی infrastructure کی ضرورت ہے۔ 2004 میں جب ہماری پارلیمانی کمیٹی کی جب بلوچستان کے مسائل کے حوالے سے ہم بات کرتے تھے۔ یہ سارا home work ہم نے اُس وقت کر کے دیا۔ جب بلوچستان کے گیس کی قیمت 22 روپے تھی۔ ہم اس کو 200 روپے لے آئے۔ بلوچستان کے لوگوں نے قربانیاں دیں۔ تکلیفیں اٹھائیں۔ سڑکیں بند ہوئے۔ لاشیں گری۔ آج 14 جولائی ہے۔ 15 جولائی ہے۔ 14 جولائی کو حبیب جالب جیسے ہمارے جو دوست، بھائی ہے۔ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اسی بلوچستان کے حقوق کی جدوجہد میں۔ لوگوں کی قربانیوں کی بدولت گیس کی قیمت بڑھی۔ اٹھارویں ترمیم آئی۔ بلوچستان کو پیسے ملے۔ جب بلوچستان کو پیسے ملے۔ اب دیکھیں بلوچستان کی حکومت خود کوئی بھی حکومت۔ گزشتہ تین، چار، پانچ، چھ حکومتیں کوئی بھی کہے میں نے اچھی حکمرانی کی ہے۔ نہیں کی ہے کسی نے اچھی حکمرانی۔ جو عوامی حکومتیں ہوتیں ہیں وہ infrastructure develop کرتے ہیں۔ بجلی کس لیے ہوتی ہے جناب والا! پنکھا چلانے اور A.C چلانے کیلئے نہیں ہوتیں۔ بجلی تعلیم کے لیے ضروری ہے۔ جناب والا! بجلی روزگار کیلئے ضروری ہے۔ میں آپ کو ایک چھوٹی مثال دوں۔ 2013-14 میں جب سی پیک کے حوالے سے MOU's Sign ہو رہے تھے۔ میں نے پہلے جو دو، تین Articles لکھیں۔ بلوچستان کے prospective میں CPEC سے related۔ میں نے اُن تمام آرٹیکلز میں میرا سارا زور یہی تھا کہ خُدا کیلئے CPEC سے جو بجلی پیدا ہوگی۔ جو پہلے Phase میں جو early آرویز کا Phase ہے اسکا۔ اسکی بجلی اگر آپ اسکے کارخانے بجلی پیدا کرنے کے۔ وہ بلوچستان میں نہیں لگا رہے ہیں۔ خُدا کے لیے اسکا infrastructure بلوچستان میں بنائیں۔ وہاں سے یہ بجلی بلوچستان سپلائی کریں۔ اس لیے کہ ہم اس field میں deprived ہے۔ پاکستان میں اس وقت جناب والا! کوئی 1600, 1700 Gega Volt بجلی ابھی پیدا ہو رہی ہے۔ ہمارا جو ہے 900 میگا واٹ بھی ہمیں بجلی نہیں مل رہی ہے۔ اور ملے گی بھی نہیں۔ 300 میگا واٹ کا ایک گواہ میں انہوں نے نومبر 2019ء میں Ground Breaking ceremony کی۔ آج تک اُس کی construction شروع نہیں ہوئی۔ 2 ہزار کلومیٹر Five Hundred KV کی transmission لائیں۔ حیدرآباد سے فیصل آباد۔ سندھ سے جو ہے لاہور کیلئے نکالی جا رہی ہے۔ 4 سے 6 ارب روپے۔ sorry۔ 4 ارب Dollar کے سے۔ جو تقریباً 1 ہزار ارب روپے سے زیادہ کی ہے۔ بلوچستان میں ایک بھی Five Hundred K.V کی transmission line نہیں بچھائی انہوں نے۔ جب میں نے CPEC کے حوالے سے یہاں قرارداد پاس کی۔ میں نے یہی بات کی۔ میں نے ہاتھ جوڑا حکومت کے ساتھ۔ کوئی شوق نہیں وزارتوں کا۔ خُدا اور رسول کو مانیں۔ آؤ مل کر جاتے ہیں CPEC سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ آؤ مل کر جاتے ہیں CPEC میں کوئی ایک project انہوں ہمیں نہیں دیا۔ اُسکی جو زکوٰۃ اور خیرات کی بجلی ہے وہ ہم بلوچستان کیلئے لے لیں۔ وہ ہم آج تک اس کے لیے نہیں لاسکے۔ آپ negotiate کریں۔ فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ بات کریں۔ یہ غریب صوبہ جہاں 70 فیصد لوگ multidimensional poverty کثیر الجہتی غربت کا شکار ہیں۔ میں آپکو حلفیہ کہتا ہوں دس سے آٹھ ہزار روپے ماہانہ کمانے والا خاندان 6 سے 7 ہزار روپے بجلی کا بل کہاں دے سکتا ہے۔ اس صوبے کے لوگوں کو مفت بجلی فراہم کی جانی چاہیے۔ ہم نے جناب والا! گیس کی مدد میں 53-1952ء سے جب ہماری گیس نکلی ہے۔ آج تک 21 trillion یعنی 21 ہزار ارب روپے سے زیادہ سے subsidy یا گیس کی قیمتوں کی مدد میں رعایت ہم نے باقی صوبوں کو دی ہے۔ کیا ہم یہ deserve نہیں کرتے کہ 2، 4 ارب روپے۔ 6 ارب روپے ان غریبوں کو روشنی کے لیے دی جائے؟ پنکھا چلانے کیلئے دی جائے؟ انکے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے دی جائے۔

جاتی تھی تحصیل میں ہر یونین میں اسپرے کر کے چلی جاتی تھی اسے نہیں کہتے ہیں جناب اسپیکر صاحب! کنٹرول کرنا۔ یہ زمینداروں کو دھوکہ اور بلوچستان کو دھوکہ دے رہے ہیں پیسے کھا رہے ہیں کرپشن کر رہے ہیں جب یہ باتیں کرتے ہیں کہتے ہیں ہم لوگوں نے کدھر کھایا ہے، ہم تو صاف ہیں صاف دامن ہیں ہمارے دامن پر آپ نماز پڑھیں بھائی ہم کدھر نماز پڑھیں۔ آپ لوگوں کے دامن پر آپ لوگ کرپشن کر رہے ہیں خدارا اس بلوچستان کو آپ دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں بینک بینک بنا رہے ہیں یہ بلوچستان ہے ایک دن۔ جناب اسپیکر صاحب! میں خود حیران ہوں یہ نیب یہاں پر تو نہیں ہے ایک دن میں نے کہا میں جاؤں گا اسلام آباد میں۔ وہاں پر بیٹھا نیب کہ بلوچستان میں جو آپ کے ڈی جی ہیں کون ہے یہ یہاں پر بالکل نظر ہی نہیں آ رہا ہے اتنے لیٹرز میں نیب کو دے کر تک گیا ہوں۔ receive ہو رہا ہے مگر خالی کاغذی کارروائی ہو رہی ہے مگر کوئی on the ground کچھ بھی نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب! دوسرا point ہے بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا۔ بجلی جناب اسپیکر صاحب جب بند ہے جب بل نہیں دیں at a time دوسرے مہینے میں اسے کاٹ دیا جاتا ہے میں خود حیران ہوں جناب اسپیکر صاحب! ٹرانسفا مر جل جاتا ہے اپنی مدد آپ کھی والے۔ اکٹھے ہو کر پیسے جمع کر کے ٹرانسفا مر بنا لیتے ہیں کھبے گرتے ہیں 10 دن 15 دن تک کیسکو والے واپڈا والے پتہ نہیں کہاں پر غائب ہیں نظر ہی نہیں آتے ہیں یہ بلوچستان کی حالت ہے جناب اسپیکر صاحب! یہ کیسکو کی حالت ہے یہ گورنمنٹ کی حالت ہے یہ اس حالت میں آپ جناب اسپیکر صاحب آپ کیسے چل سکتے ہیں آپ بلوچستان کو کیسے چلا رہے ہیں جناب اسپیکر صاحب! یہ لوگ جو بیٹھے ہیں میں کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو استعفیٰ دینا چاہیے تھا۔ گھر چلے جانا چاہیے تھا کہ بھئی ہم لوگ بالکل فیل ہو گئے ہیں ابھی آپ اپوزیشن آ کر گورنمنٹ کو سنبھال لیں۔ پھر آپ دیکھ لیتے کہ واقعی اپوزیشن اس کو سنبھال سکتی ہے بلوچستان کو یا نہیں جناب اسپیکر صاحب! فنانس منسٹر صاحب ظہور صاحب دل جل رہا ہے خدارا یقین کریں۔ میرا دل اس وجہ سے جل رہا ہے کہ واشک ایسا تباہ حال district ہے۔ ظہور صاحب میں نے آپ کو بار بار کہا ہے CM صاحب تو آتا ہے ہی نہیں ہے اگر کبھی آتا ہے تو پانچ منٹ بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ بحیثیت آپ بلوچ تربت اور واشک زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے کا راستہ ہے آپ فنانس منسٹر ہیں آپ آ کر دیکھ لیں کہ وہاں پر کیا کیا ہے۔ آپ نے اس سال PSDP میں واشک کو کیا دیا ہے، جناب اسپیکر صاحب! یہ ایک ہفتہ پہلے میں نے اپنے یونین کونسل میں گھڑا انک یونین کونسل میں visit کیا تو وہاں پر ایک روڈ بن رہی تھی جناب اسپیکر صاحب! یہ میں آپ کو share بھی کروں گا WhatsApp بھی کروں گا وہاں پر ایک روڈ بن رہی ہے پتہ نہیں امریکا یا برطانیہ کی نئی ایجاد ہے، پتھر ہے اور اُس میں، صاف ریت کو پتھر سے اکٹھا کر کے لوک کر رہے ہیں۔ اڑے خدارا یہ ظلم ہے خدا کی قسم سے یار میں نے سیکریٹری نورالامین صاحب کو یہ WhatsApp کیا کدھر ہے بیٹھے ہیں نہیں بیٹھے ہیں نہ نہیں بیٹھیں گے وہ کیوں کہ اُس کو پتہ تھا کہ یہ آج حاجی زاہد بات کریگا۔ میں نے سیکریٹری نورالامین صاحب کو جب WhatsApp کیا تو وہ کہتا ہے کہ بس 24 گھنٹے کے اندر اندر ٹیم وہاں پہنچ جائے گی۔ آج دس دن گزر گئے ہیں جناب اسپیکر صاحب۔ پتہ نہیں جناب اسپیکر صاحب! یہ ٹھیکیدار سیکریٹری سے یعنی طاقتور ہے۔ اسے پتہ یہی چلتا ہے۔ ایکسین کہاں پر ہے ایس ڈی او کہاں پر ہے کرپشن اسی کو کہہ رہے ہیں جناب اسپیکر صاحب۔ آپ واشک کے 15 سال کا ریکارڈ C & W کا صرف نکالیں آپ کو خود پتہ چلے گا کہ کرپشن کس کو کہتے ہیں۔ کرپشن اسی کو کہتے ہیں کہ ٹھیکیدار اپنا بھائی ہو کرن 10 کروڑ، 20 کروڑ، 40 کروڑ، 1 ارب کے پیسے نکالے بس کام جو ہوتا ہے چلا جائے۔ یہ حالت ہے جناب اسپیکر صاحب! اگر ہم اس اسمبلی میں نہیں روئیں تو اور کہاں روئیں، ادھر اپنا درد حال نہیں بتائیں تو اور کہاں جائیں۔ منسٹریا صاحب آپ مہربانی کریں۔ آپ ہیں CM ہیں، یہ ظہور صاحب ہیں آپ بلوچ ہیں آپ تقریباً چار، پانچ منسٹر آجائیں آپ واشک کا دورہ کریں پیسہ ہے واشک ہے آپ کا آخری بار ڈراما شکیل ہے جو ایران کے ساتھ لگ رہا ہے۔ آپ لوگ وہاں پر آجائیں اور یہ دیکھیں کہ یہ زاہد صحیح کہہ رہا ہے کیا اس علاقے میں کام ہوا ہے۔ کچھ کام نہیں ہوا ہے جناب اسپیکر صاحب only zero۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ریکی صاحب آپ ایجنڈے پر آجائیں۔

میرزا بدلی ریکی: ساتھ ساتھ ایجنڈے پر بھی آ رہا ہوں جناب اسپیکر صاحب! جناب اسپیکر صاحب! دل جل رہا ہے ایجنڈے میں کچھ خاک ہی نہیں ہے ہم ایسے ہی بس باتیں کرتے ہیں۔ ایجنڈے پر جناب عمل وہ لوگ کریں چاہے بجلی ہے، چاہے زراعت ہے، چاہے جو بھی منسٹر زمرک صاحب چلے گئے۔ جو بھی جناب اسپیکر صاحب! اس ایجنڈے کے مطابق ہم لوگ بات کر کر کے قرارداد لالاکے تھک گئے ہیں مگر یہاں پر کوئی بھی ہماری بات سننے کو تیار ہی نہیں ہے۔ یہ کاغذی کارروائی پر بس پھر بعد میں چلے جاتے ہیں یہ حالت ہے جناب اسپیکر صاحب! منسٹریا صاحب جو 2013ء میں زلزلہ ہوا جناب اسپیکر صاحب! ابھی آپ اندازہ لگائیں کہ

کوفنانس منسٹر ظہور صاحب کو واشٹنگ سے فون کیا کہ خدارا یہ پیسے بھائی جا رہے ہیں آپ کیا کر رہے ہیں۔ کہتا ہے کہ مسئلہ نہیں پھر آپ بعد میں کریں گے ارے یہ آخری دن ہے رات کے 12 بجے یہ پیسے laps ہو رہے ہیں۔ یار یہ آپ کیوں اس طرح کر رہے ہیں خدارا میں نے اس کو فون پر کہا منسٹر صاحب آپ کیوں اس طرح کر رہے ہیں کیا وجہ ہے ان لوگوں نے کیا گناہ کیا ہے 10 کروڑ روپے ہیں لیکن پیسے چلے گئے جناب اسپیکر صاحب۔ آپ بتادیں ابھی میں پھر جاؤں فنانس منسٹر کے پاس پھر جاؤں ضیاء کے پاس آخر میں نے گناہ کیا کیا ہے ان مظلوموں نے کیا گناہ کیا ہے۔ 2013ء اور یہ اب 2020 ہے 7 سال ہے پیسے آتے آتے پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ پتہ نہیں اس میں کیا مسئلہ ہے کیا problem ہے آپ ہمیں بتادیں اس اسمبلی میں بتادیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ پیسے 10 کروڑ حاجی زابد کی جیب میں جاتے ہیں تو جی بسم اللہ مجھے نہیں دیں، اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ پیسہ عوام کا ہے تو آپ ان پیسوں کو وہاں تک پہنچائیں یہ پھر کیوں واپس جاتے ہیں وجہ کیا ہے اس کی۔ اس کی problem کیا ہے کم سے کم یہ کیوں واپس جاتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ نے مجھے time دے دیا خدارا CM جام صاحب یہاں پر نہیں ہیں یہ جناب اسپیکر صاحب! جتنی بات کروں کم ہے ہر حال یہ بلوچستان سب کا بلوچستان ہے جناب اسپیکر صاحب! یہ آپ ہمیں اپوزیشن کی نگاہ سے نہ دیکھیں عوام آپ کی عوام ہے کیوں کہ اس وقت اگر آپ لوگ منسٹر ہیں تو پورے بلوچستان کا، آپ لوگوں پر حق بنتا ہے یہ سارے بلوچستان کے مظلوم عوام کا حق ہے۔ کہ اللہ پاک نے آپ لوگوں کو منسٹر بنایا ہے آپ لوگ سب۔ ضلعوں کے مسئلہ مسائل ہوتے ہیں آپ لوگ اُن کو حل کریں یہ آپ لوگوں کا فرض بنتا ہے۔ ہم آپ کے پاس آتے ہیں بار بار آتے ہیں ہمیں عوام نے ووٹ دیا ہوا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! اللہ تعالیٰ نے دیکھا یا کہ جو اس وقت میں اس سیٹ پر بیٹھا ہوں رب نے دیکھا یا کہ جو میں چاہتا ہوں وہی ہوتا ہے جو میں نہیں چاہتا ہوں وہ نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج اس سیٹ پر مجھے لا کر بیٹھا یا رب نے دکھا دیا کہ میں جب کسی کو لاؤں تو اُس کو لاؤں گا۔ اور میرا خواب و خیال میں نہیں تھا کہ میں اس سیٹ میں آ کر بیٹھوں گا جناب اسپیکر صاحب مگر یہ رب کا طاقت تھا یہ خالق کا طاقت تھا اور اس ضلع واشٹنگ کے مظلوموں کی آواز تھی ان لوگوں نے میرے لیے دُعا کی ہے نوافل پڑھے ہیں روزے رکھے ہیں۔ میں آج یہ بات اس وجہ سے کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو کہتا ہوں کہ اللہ پاک آپ دیکھیں کہ میں اپنی کوشش کر رہا ہوں باقی ان ظالموں سے ان مظلوموں کی جان چھڑائیں thank you جناب اسپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی اسپیکر صاحب: شکریہ۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر!

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: آپ بیٹھ جائیں آپ ہمیں سنیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ ریکی صاحب کا جواب دیدیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر صاحب! ریکی صاحب ہمارے دوست ہیں ہمارے بھائی ہیں اور واشٹنگ کے لیے بڑی پر زور اور پر جوش آواز ہے۔ ہر ایک کو اس طرح ہونا چاہیے۔ جناب اسپیکر انہوں نے ایک case جو تھا کوئی 12, 10 سال پہلے case کا تھا جس میں واشٹنگ میں earth quake ہوا تھا اور لوگوں کو بڑا نقصان ہوا تھا اُس میں حاجی زابد صاحب کی بھی اچھی خاصی محنت ہے۔ تو میں نے اور ضیاء نے کوئی 12 کروڑ روپے جون سے کوئی 5 مہینے پہلے release کر دیے۔ اچھا ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ جس طرح حاجی صاحب نے یہاں محنت کی ہے اُسی طرح محنت کر کے غریبوں کا پیسہ دے دیں گے۔ اب 29 جون کے تقریباً کوئی رات کے 10 بجے حاجی صاحب نے مجھے فون کیا کہ ابھی جو ہے وہاں پر treasury district account officer کا دفتر کھلا ہوا ہے آپ مہربانی کرے اُن سے کہیں کہ مجھے یہ پیسے نکال کر دیں۔ اب کوئی بتائے 5 مہینے میں حاجی صاحب نے وہ پیسے خرچ نہیں کیے تو پانچ گھنٹے میں کون سے beneficiary کو پیسے دینگے تو لازمی ہے وہ lapse ہونے ہیں۔ میرا حاجی صاحب سے clarification یہ ہے کہ آپ مہربانی کرتے اور 5 مہینے میں وہ پیسے دے دیتے لوگوں کو اپنی کمزوری اپنی کوتاہی ہم پر کیوں ڈال رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ جناب اسپیکر ایک دوست جو ہے بڑا گرجا بڑا برسایچا رہ ٹڈی دل کو اُس نے تقریروں میں ایسا جاڑا کہ ٹڈی دل تو یہاں سے بھاگ گیا۔ لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ جس موضوع پر وہ سیر حاصل بحث کرینگے گرجیں گے برسیں گے میں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہم نے اتنی تیاری کی تھی انہوں نے اس تیاری سے ہمیں مبرا کیا۔ thank you جناب اسپیکر میں آپ کی توسط سے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میر حاجی زابد علی ریکی: جناب اسپیکر! میں آپ کو یہ دے دیتا ہوں یہ date ہے کوئٹہ 19 جون کو۔ منسٹریا صاحب آپ نے پہلے کیا ہے۔ 19 جون کو فنانس نے کیا ہے وہ کہتا ہے کہ 5 مہینے 5 مہینے کہا ہے خدا را یہ آپ کا letter ہے۔ یہ دکھادیں۔ جناب اسپیکر صاحب کو دکھادیں جناب اسپیکر صاحب! آپ date بھی دیکھ لیں کہ فنانس نے کب کیا ہے۔ یہ 19 جون کو ہوا 10 دن میں ابھی آپ اندازہ لگائیں دس دن میں نے ڈی سی کو کہا ہے کمشنر کو کہا ہے خدا را بھائی یہ دس دن ہیں یا راجلدی کریں۔ میں نے فنانس منسٹر صاحب کو فون کیا 29 جون کو بھائی یہ آج رات last date ہے۔ یہ کیا وجہ ہے یہ کیا planing ہے آپ لوگوں نے کیا ہے۔ کہتا ہے کہ نہیں بس یہ چھوڑ بعد میں پھر ہم دیکھیں گے۔ اڑے کیوں بعد میں۔ ابھی آپ نے دیکھا جناب اسپیکر صاحب! اس کا release date 19 جون ہے۔ ابھی آپ کہتے ہیں کہ 5 مہینے کہاں پر 5 مہینے سے یہ release ہوا ہے۔ thank you جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ 19 جون 2020ء ہے۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں آج خاص طور پر اس letter کو بھی ریکی صاحب نے آپ کو دکھا دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ ڈائریکٹر پبلیکیشن ڈی ایم اے بلوچستان۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: فنانس منسٹر نے اس کا جواب دیا اور اس نے غلط بیانی کی کیا فنانس منسٹر ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وہ date mention نہیں ہے۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: ریکی صاحب نے لیٹر بھی آپ کو دکھا دیا اور original whatsapp پر بھی موجود ہیں۔ اس قسم کی غلط بیانی اگر ہمارے اس ایوان میں ہوتی ہے تو میرے خیال میں کم از کم اس پر ظہور بلیدی صاحب کو معافی مانگنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ملک صاحب۔ یہاں پر جو ہے ایک The Secretary, Government of Balochistan Finance Department with reference to his letter date 5 May 2020 mentioned... ہے۔

میر زابد علی ریکی: release دیکھیں 19 جون کو ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: release جو ہے وہ آپ کی باتیں صحیح ہیں 19 جون کا ہے۔ اور جو letter وہاں سے sign ہوا ہے وہ 5th may ہے۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب آپ بات کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر صاحب کہ آپ نے اپوزیشن کی جو requisite اجلاس ہے اس کے مختلف ایجنڈا جو اس کے items ہیں۔ آج ہمارا سب سے پہلے ایجنڈا ٹڈی دل جس کو پشتو میں ملخ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو locust کہتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اگر آپ کو یاد ہو تو ممبر کے مہینے میں یہاں پر ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ ٹڈی دل پر بحث کی تھی۔ اور جناب اسپیکر! اُس وقت ہمیں خدشہ یہ تھا کہ یہ ٹڈی دل جب اُس وقت کرنا کا وباء شاید چائنا میں اُس کا پہلا کیس بھی نہیں ہوا تھا یا ہوا تھا ہم نے اس مسئلے کو اسمبلی کے فلور پر اٹھایا اور ہم جس بات کا خدشہ ظاہر کر رہے تھے چونکہ جو agriculture کے ماہرین ہیں اُن کے مطابق یا اس ٹڈی دل کے افزائش کے متعلق جو بات کی جاتی ہے کہ یہ دو تین ماہ میں یہ ان کی تعداد ہزاروں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے کہ جناب اسپیکر! ایک ٹڈی دل دو تین ماہ میں 80 بچے پیدا کرتی ہے۔ اور جناب اسپیکر! جب ہم نے اُس وقت آواز اٹھائی کہ حکومت وقت اس مسئلے کو سنجیدہ لے۔ اور اس کو تلف کرنے کے لیے اقدامات اٹھائیں۔ لیکن آپ یقین کریں جناب اسپیکر اس پہلے row میں بیٹھے ہوئے لوگ جو ہمیشہ اپوزیشن کا وہ مذاق اڑا رہے تھے۔ اُنہوں نے اُس وقت بھی ہمارا مذاق اڑایا اور کہا جس طرح کورونا میں جب ہم نے یہاں 21 فروری کو تحریک التواء جمع کرائی۔ 24 کو یہاں بحث ہوئی یہ لوگ اُس وقت سب میبلے میں اور car اور jeep ریلی میں مصروف تھے۔ جناب اسپیکر! اس طرح جناب اسپیکر! جب ہم نے ٹڈی دل کے حوالے سے یہاں بات کی ہم نے تفصیل کے ساتھ بات کی۔ اُنہوں نے اُس وقت بھی اپوزیشن کا مذاق اڑایا اور جناب اسپیکر! پھر اس دوران جب اب کوئی 8 مہینے کے بعد پوری طرح تباہی مچادی گئی ہے۔ اربوں روپے کا نقصان ہوا ہماری جو زراعت ہے جس میں بالخصوص ہمارے پھل کے باغات ہیں۔ وہ 50 سے 60 فیصد تک وہ ختم ہو گئے ابھی تک حکومت کو ہوش کے ناخن نہیں آئے۔ وہ ابھی تک سمجھ رہی ہے حکومت کہ ہم عوام نے کوئی نقصان نہیں اٹھایا ہے۔ اس لیے کہ حکومت خواب خرگوش

ہیں کہ سب سے بڑا issue اس وقت جس طرح ہمارا یہاں پر وسائل کو لوٹا جا رہا ہے اس طرح جناب اسپیکر! آپ نے دیکھا کہ NFC award جیسے اہم constitution کے 3A(160) جو صوبوں کو protect کرتی ہے کہ آپ کا حصہ NFC award میں ماضی سے کم نہیں ہوگا۔ جناب اسپیکر 160 الف اس بات کی ضمانت دے رہا ہے۔ آج آپ دیکھے رہے ہوں جناب اسپیکر! کہ وہ اس constitution کے اس آرٹیکل کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ جناب اسپیکر ہم نے حکومت کو کہا کہ اگر یہ آرٹیکل ختم ہوا پھر آپ کے پاس آپ کا جو حصہ ہے 9.9% وہ اگر کم ہوا۔ 6% تک آگیا آپ کو تنخواہ بنانے کے لیے آپ کے پاس رقم نہیں ہوگی۔ ابھی جناب اسپیکر! صحیح صورتحال یہ ہے یہ منسٹر صاحب تشریف فرما ہے یہ ہمیں یہاں سچ بتائے کہ آپ نے 88 ارب روپے کا deficit budget پیش کیا خسارے کا بجٹ آپ نے پیش کیا۔ اگر صحیح طور پر لایا جائے جناب اسپیکر budget manual کے مطابق یہ آپ کا بجٹ بالکل غیر قانونی ہے اتنا خسارہ ہونہیں سکتا۔ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب! آپ تھوڑا سا point to the point بات کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر میں to the point آ رہا ہوں۔ میرا کہنے کا مطلب جناب اسپیکر! یہ ہے کہ جس طرح ہمارا لوٹ مار جاری ہے ہمارے لوگ تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اسی ٹی ڈی دل نے ہماری تباہی یہاں پر مچا دی ہے۔ آپ دیکھیں جناب اسپیکر! (اس موقع پر جناب چیئر مین قادر علی نائل صاحب نے اجلاس کارروائی کی صدارت سنبھالی)

جناب چیئر مین: جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: welcome چیئر مین صاحب۔ جناب چیئر مین صاحب آج اس ٹی ڈی دل نے ہماری زراعت کو تباہ کیا آج اس ٹی ڈی دل نے جو ہمارے زمیندار پہلے سے تباہ حال تھے۔ اور جو اگلا اینڈ ہے بجلی جو بجلی کی صورتحال ہے جس طرح ہمیں یہ پڑھ پڑھا دیا گیا ہے اس صورتحال کی وجہ سے پہلے ہی سے ہمارے زمیندار تباہ تھے۔ اس حکومت نے کیا کیا ہے جناب اسپیکر کو روٹ پر حکومت نے کیا کیا جناب اسپیکر کوئی وہ اقدام ہماری عوام کے تحفظ کے لیے اس حکومت نے ایک بھی قدم نہیں اٹھایا کو روٹ پر حکومت کہہ رہی ہے کہ اتنا ہمارے 2 سو قریب یہاں لوگوں کی موت ہوئی ہے۔ سراسر غلط بیانی ہے یہاں میں نے خود اپنے حلقے میں کوئٹہ شہر میں ایسے گھرانوں میں میں گیا ہوں جہاں سینکڑوں گھرانوں میں گیا ہوں جہاں لوگ کو روٹ کے باعث مر گئے ہیں۔ حکومت نے بھی وہاں غفلت کا مظاہرہ کیا آج اس ٹی ڈی دل نے بھی جس طرح یہاں پر تباہی و بربادی آگئی۔ ہمیں بتایا جائے کیا اقدامات کئے ہیں اس لیے تلف کرنے کے لیے کس بروقت اقدام کو اٹھایا گیا اسپرے کیا گیا جہازوں سے کیا گیا ٹریکٹر کے ذریعے کیا گیا مشینری کے کہا ہے پہلے یہ project دیا گیا تھا۔ جناب چیئر مین صاحب PDMA کو دیا گیا کہ PDMA deal کریں گی۔ ٹی ڈی دل کو تلف کرنے کے لیے۔ لیکن جب PDMA نے کیا کیا ان کی بس کی بات نہیں تھی۔ انہوں نے جو ہے نہ کہا کہ یہ کام ہمارے بس کی بات نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کھانا تھا انہوں نے کھا لیا اب اس کو agriculture department کے حوالے کیا گیا اب agriculture department نے 8 مہینے میں کیا کیا ہے۔ جناب اسپیکر! آج اس House کو بتایا جائے کتنا امداد آیا کتنے 100 ملین ڈالر کا امداد آیا اور اس امداد کو کہا کہا تک پہنچا گیا اور اب جناب اسپیکر! ہمارے زمینداروں کو جو نقصانات ہوئے زمینداروں کا اُس کو کیا معاوضہ دے رہی ہے جناب اسپیکر یہ ہمیں بتایا جائے جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ بجلی کا بہران جناب اسپیکر روز یہاں پر ہمیں بتایا جا رہا ہے کوئی 1800 میگا واٹ بجلی کی ہمیں ضرورت ہے لیکن ہمیں جو provide کیا جا رہا ہے وہ 900 میگا واٹ بجلی جناب اسپیکر آپ کوئٹہ شہر کے ہے میں اس کوئٹہ شہر میں رہا ہوں۔ آپ یقین کریں کہ اس وقت بجلی کی کیا صورت حال ہے۔ اور آپ entira the province جا مینگے وہاں کتنے گھنٹوں کی لوڈ شیڈنگ ہے۔ جناب اسپیکر! ابھی ہمارے student احتجاج کر رہے ہیں online class وہ اس لیے احتجاج کر رہے ہیں کہ جب بجلی ہے نہیں جب student اس حد تک کہ وہ اپنے موبائل کو charge نہیں کر سکتے۔ اس حد تک کہ بہت سارے علاقوں میں وہاں online network ہے نہیں، جناب اسپیکر! پھر جب آپ کے پاس بجلی نہیں ہے جب آپ کے پاس net کا کام نہیں ہے تو کیسے ہمارے student online class لیں گے۔ جناب اسپیکر! اسی طرح یہ جو ابھی تک ہمیں جو بتایا جا رہا ہے جناب اسپیکر ہم گئے اس وقت آپ کا صوبہ 44 ارب روپے قرضدار ہے QESCO کا۔ صرف جناب اسپیکر! میں واسا کی بات کروں گا۔ واسا department جو قرض دار ہے QESCO کا کوئی 1 ارب روپے وہ قرضدار ہے اس

payment نہیں کی جا رہی ہے اس لیے ہم نے آپ کے ٹیوب ویل کو disconnect کیا ہے۔ جناب اسپیکر! اسی طرح ہمیں جو حکومت نے سبسڈی دینی تھی بجلی کے اوپر وہ سبسڈی کتنے سالوں سے حکومت ادا نہیں کر رہی ہے۔ آپ بیٹھیں آپ CESCO کے ساتھ اپنے معاملات طے کریں۔ آپ وفاقی وزارت توانائی بجلی و انرجی سے آپ معاملات طے کریں۔ کہ کیا مسئلہ ہے کہ آپ نے ذمہ داری بھی لی ہے کہ ہم نے سبسڈی دینی ہے ابھی آپ سبسڈی بھی نہیں دے رہے ہوں۔ اور زمینداروں کی بجلی کی یہ حالت ہے جناب اسپیکر! کہ جب خاص peak season ہوتا ہے agriculture کا باغات کا مئی میں، جون میں، جولائی میں، ابھی جولائی کا مہینہ ہے اس وقت آپ جا کر پشین میں یا قلعہ سیف اللہ میں، یا پھر کسی اور district میں وہاں کتنی بجلی دی جا رہی ہے۔ 24 گھنٹوں میں جناب اسپیکر! محض 6 گھنٹے یا 4 گھنٹے entire the province اُن کو بجلی دی جا رہی ہے۔ تو یہ بجلی نہ کافی ہے جناب اسپیکر! یہ تو صرف گھروں میں استعمال ہونے والی جو مشینری ہے جو باقی چیزیں ہیں اس کے لیے نہ کافی ہے پھر جناب اسپیکر! کہ آپ اُس پر زرعی ٹیوب ویل چلائیں۔ آپ جو ہے نہ شہر میں ٹیوب ویل چلائیں جناب اسپیکر! بعض جگہوں میں اس طرح ہے کہ کیسکو، ایک علاقہ ہے اُس میں آپ کا زرعی کنکشن اور آپ کا جو گھریلو صارفین کا کنکشن ہے اُس کو mix کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے بدلے جو زرعی کنکشن کو بجلی نہیں دی جاتی ہے اس کے ساتھ جو گھریلو صارفین ہیں وہ بھی متاثر ہیں۔ اور جناب اسپیکر! آپ یقین کریں کہ ہمارے 2018-19-20ء کے ابھی تک اسکیمات پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکے۔ میں کہتا ہوں جناب اسپیکر! کہ آپ رولنگ دیدیں حکومت کو آپ رولنگ دیدیں صوبائی حکومت کو آپ رولنگ دیدیں۔ کہ وہ بیٹھ جائے QESCO کے ساتھ اپنے معاملات طے کریں۔ عوام کو بجلی چاہئے اور جناب اسپیکر! بجلی کے lines کا تو آپ کو پتہ ہے کتنے losses ہوتی ہیں آپ کے پاس جب بجلی پہنچتی ہے وہ کسی طرح کی بجلی پہنچتی ہے اور آج جناب اسپیکر! ہم ہمارے پاس کوئی آپ کا 500 وہ جو میگا واٹ بجلی ہے اُس کے لیے ہمارے پاس کوئی نیشنل گرڈ نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جناب اسپیکر! اس حوالے سے آپ اپنے good office سے QESCO کے حکام کو نہ صرف QESCO کے حکام کو بلکہ اسلام آباد سے جناب اسپیکر! آپ بلائیں آپ وزارت جو انرجی ہے جو وزارت پانی و بجلی ہے اُن کے سیکرٹری کو آپ یہاں بلائیں اور اُن کے ذریعے جو معاملات ہیں ہم بیٹھ کر کے جب یہ حکومت آئے گی اُن کے ساتھ بیٹھ کر کے کم از کم یہ بجلی کے معاملات ہیں وہ طے کریں۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ نصر اللہ زبیر صاحب جی حمل کلمتی صاحب؟

میر حمل کلمتی: شکریہ اسپیکر صاحب! دوستوں نے بہت ساری باتیں کی ہیں اُن باتوں میں اضافہ کرتا چلوں ٹڈی دل سب سے پہلے میرے district میں آئی تھی پچھلے سال اور agriculture department plant production جو اس کو deal کرتی ہے اُنہوں نے ایک اسپرے مشین بھیجوائی۔ گوادر ڈسٹرک کوئی 5 سو کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے کہاں کہاں جا کر ایک اسپرے مشین سے ٹڈی دل کو control کر سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت آگ جلا کے کھٹے کھود کر پتہ نہیں کس طرح اپنی فصلیں بچائی۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی نہری نظام نہیں ہے ایک فصل تباہ ہو جائے ہمیں دوسری فصل لگائے ہمارے پاس ساری بہرانی زمین ہیں بارشیں ہوتی ہیں تو کچھ لوگ فصل لگاتے ہیں۔ اور اس سال کوئی مارچ سے start ہوا ابھی جا کے تھوڑا بہت کم ہوا ہے لیکن ابھی بھی موجود ہیں۔ تو اس میں ایک اخبار میرے پاس یہ DAWN پڑا ہوا ہے اس میں لکھا ہوا ہے 2 سولین ڈالر world bank کی طرف Locust کے لیے aid federal government کو ملے ہیں۔ منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہیں وہ اس کی وضاحت کریں گے آخر میں۔ کہ کتنے پیسے ان 2 سولین ڈالر میں سے بلوچستان دیئے گئے اور اُنہوں نے اگر دیئے گئے تو پیسوں سے کیا اقدامات کئے ہیں کہ آئندہ ٹڈی دل کو کس طرح سے control کیا جائے۔ دوسرا میرا ان سے ایک سوال ہے۔ کہ آیا ٹڈی دل کے لیے آپ کو federal government PDMA NDMA نے کوئی support کیا ہے۔ ٹڈی دل جس طرح پچھلے سال آئی تھی اس طرح دوبارہ آئی۔ ابھی تک full control نہیں ہوا ہے بہت سارے علاقوں سے دوست جس طرح شکایتیں کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس ابھی تک فصلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ آیا یہ کب تک آتا رہے گا اور جاتا رہے گا۔ اس کے لیے ہمارے minister صاحب کیونکہ agriculture minister صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں federal government لگے نہیں دوں گا میرا یہ اُن سے سوال ہوگا کہ آیا یہ آتا رہے گا یا اس طرح جاتا رہے گا فصلیں تباہ کرتا رہے گا۔ اور لوگ بیروزگار ہوتے رہے گے اس کے لیے آئندہ کے لیے اُنہوں نے کوئی اقدامات کئے ہیں کہ آئندہ ٹڈی دل سے کس طرح نمٹا جائے۔ بڑی بڑی باتیں تو فنانس منسٹر نے اپنے بجٹ

میں کوئی تبدیلی میں نہیں دیکھ رہا ہوں دیکھیں زراعت بھی بجلی نہ ہونے کی وجہ سے زراعت تباہ تھی پہلے۔ بہر حال فیڈرل گورنمنٹ کہہ رہی ہے یا provincial government کے solarization پر جائیں گے solar لگائیں گے کیونکہ کیسکو بھی پتہ نہیں کتنے اربوں روپے provincial government کے یا ان زمینداروں پر ڈال چکی ہے اور کوئی پتہ نہیں کوئی بورر بجلی چلتا ہے نہیں چلتا ہے بجلی کی حالت تمام دوستوں کو معلوم ہے ایگریکلچر کے جتنے بھی ٹیوب ویل ہیں ان کو کسی کو 6 گھنٹے بجلی ملتی ہے تو 24 گھنٹے کے چارجز لیتے ہیں کسی کو ملتی بھی نہیں ہے کوئی بند پڑے ہوئے بھی ہیں۔ تو اس حوالے سے منسٹر صاحب ایوان کو تفصیلات بتادیں کہ وہ کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ دوسرا میں بجلی پر آتا ہوں بجلی کراچی میں اب جاتا ہوں تو میں وہاں بجلی کے حوالے سے بالکل چوبیس گھنٹے وہاں پر بجلی ہے اسلام آباد ہم جاتے ہیں چوبیس گھنٹے بجلی ہے۔ آیا کیوں بلوچستان میں کہیں اٹھارہ گھنٹے ہیں کہیں چھ گھنٹے ہیں کہیں بارہ گھنٹے ہیں کہیں پرتو ایسے جگہ ہیں جہاں میں گیا ہوں اُنکو انہوں نے کہا ہے کہ تین دنوں سے بجلی نہیں تھی پچھلے دنوں میں زیارت گیا تھا تھا تو انہوں نے کہا کہ تین دنوں سے بجلی نہیں ہیں یونس زہری صاحب اور اختر لگو صاحب میرے ساتھ تھے۔ تو آیا ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے؟۔ دوسرا بجلی ہماری اپنی پاس اتنی پیدا ہو رہی ہے ہماری ضروریات سے زیادہ۔ جبکو پاور پلانٹ بارہ سو سے اٹھارہ سو میگا واٹ بجلی پیدا کرتی ہے حبیب کو سٹل پلانٹ دو سو میگا واٹ بجلی پیدا کرتی ہے اور پاور پلانٹ چھ سو میگا واٹ بجلی پیدا کرتی ہے۔ یہ سب ملا کے میرے خیال سے کوئی تین ہزار کے قریب ڈھائی تین ہزار میگا واٹ بنتے ہیں جبکہ ہماری requirements ہیں اٹھارہ سو میگا واٹ بجلی۔ اس میں سے ہمیں بہ مشکل کہتے تو ہیں نو سو میگا واٹ دے رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ نو سو میگا واٹ نہیں دے رہے ہیں جس طرح مکران کی حالت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سو میگا واٹ دے رہے ہیں بجلی اور ہم کیسکو والوں سے پوچھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کبھی ساٹھ میگا واٹ آتے ہیں کبھی ستر میگا واٹ آتے ہیں۔ حالانکہ وہ بجلی بھی پاکستان میں سب سے سستی جو بجلی مل رہی ہے گورنمنٹ کو وہ ایران سے مل رہی ہے۔ اور ایران مزید بجلی دینا چاہتا ہے ہزار میگا واٹ کا پلانٹ چاہ بہار میں تیار ہے اگر اُس سے ایگریمنٹ کریں تو میرے خیال سے رخشان ڈویژن اور مکران ڈویژن دونوں کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح جس طرح ثناء بلوچ صاحب نے بتایا کہ تین سو میگا واٹ کول پاور پلانٹ جو گوادر میں لگانا ہیں پہلے تو ہم اسکی مخالفت کر رہے تھے لیکن لوگوں کو عذاب میں دیکھ کر کے کیونکہ دنیا کول پاور پلانٹ بند کر رہی ہیں۔ میں خود ثناء اللہ زہری صاحب جب چیف منسٹر تھے تو گوادر میں پرائم منسٹر کے ساتھ ایک میٹنگ شیئر کی تو انہوں نے کہا کہ کول پاور پلانٹ پر جانا ہی نہیں ہے سمندر تباہ ہو جائے گا ایک تو پورٹ بنا رہے ہیں دوسرا کول پاور پلانٹ لگائیں گے۔ دیکھیں ہمارے لوگوں کی ایگریکلچر وہاں اتنی زیادہ نہیں ہے۔ ہم ساحل کے رہنے والے کوئی بوٹ پر مچھلی خریدتا ہے اُس سے کماتا ہے کوئی ایجنٹ ہے وہ آگے فیکٹریوں میں بھیجتا ہے کوئی پراسیڈنگ کرتا ہے۔ کوئی ایکسپورٹ کرتا ہے سب کا روزگار اُسی سے چلتا ہے۔ کہیں پورٹ بنایا اگر جاتا ہے سب سے پہلے دنیا میں، یہاں ایسے میں نے کم عقل لوگ نہیں دیکھے ہیں کہ کہیں پورٹ آپ بنانے جا رہے ہیں اُس شہر میں پانی اور بجلی نہیں ہے آپ پورٹ بنانے جا رہے ہیں پہلے پانی اور بجلی کا بندوبست کریں۔ کول پاور پلانٹ پچھلے سات سالوں سے ہم سن رہے ہیں کہ گوادر میں لگ رہی ہے۔ جبکہ پرائم منسٹر صاحب نے خود کہا ہے کہ اس کول پاور پلانٹ کے نقصانات ہیں اس کو تھرمل پاور میں شفٹ کرنا چاہئے جب گیس، ایل پی جی پلانٹ گوادر میں لگے گا تو ہم اسکو LPG میں convert کر دیں گے کیونکہ دنیا modernized ہو گئی ہے ٹیکنالوجی اتنی آگے چلی گئی ہے ایک ہی پلانٹ کو آپ جس طرح جنریٹر کو ہم فیول پر بھی چلا سکتے ہیں گیس پر بھی چلا سکتے ہیں تو یہ ساری اسی طرح چلتے ہیں لیکن ابھی تک کوئی اقدامات نہیں ہوئے ہیں۔ Chinese سے ملتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے چھوٹی چھوٹی چیزوں پر رکاوٹیں ہیں۔ آیار کاوٹیں کیوں ہیں پھر؟۔ جب آپ ایک شہر develop کرنے جا رہے ہیں اُسکی شرائط اور ضرورتوں کو تو پوری کریں پانی بڑی مشکل سے، کچھ ڈیمز بنائے ہیں پانی آ گیا ہے۔ لیکن پانی لوگوں کو میسر نہیں ہیں۔ بجٹ میں اربوں روپے روڈوں پر بھی لگ جاتے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ چیونٹی کی distribution line کے لئے پینتالیس کروڑ روپے جو ستر ہزار کی آبادی ہے وہ روز روڈوں پر آ رہی ہیں کہ ہمیں پانی دیں۔ میں جس طرح پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ سب سے پہلے انسان کو اگر زندہ رہنا ہیں تو اُسکو پانی دینا ہیں اُسکے بعد اُسکی life secure کرنی ہیں اُسکو health facilities دینی ہیں۔ اب بلوچستان کے لوگ، ابھی بلوچستان میں 80% ایریاز میں روڈیں تو نہیں ہیں۔ ہم کچی سڑکوں پر پھرنے کے عادی ہیں لیکن خدارا ان روڈوں کو ذرا کم رکھیں کچھ ہیلتھ پر توجہ دیں۔ جہاں سے ہماری زندگی بچ سکتی ہے ہمیں زندگی چاہئے ہمیں رہنے کے لئے سہولتیں ملنی چاہئے۔ ہر حکومت آتی ہے وہ کہتی ہیں ہم اقدامات کر رہے ہیں۔ کولاج میرا ایک حلقہ اُس میں ایک سو اکاسی گاؤں

ہیں۔ 2008-09ء کے بجٹ میں فیڈرل گورنمنٹ نے ٹرانسمیشن لائن اور ماڑہ کے لئے منظور کی۔ وہ دن کے ٹائم چل سکتی ہے رات کے ٹائم نہیں۔ جس دن سے اُسکو چلایا ہے دن کو چل سکتی ہے رات کو نہیں۔ ہم اُن سے بات کرتے ہیں کیسکو والوں سے بات کی خود گیا چیف سے۔ مین صاحب آئے نہیں۔ میں اُن سے بھی ملا۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اس کے disks خراب ہیں۔ نئی ٹرانسمیشن لائن کے disks خراب ہیں خدا رارحم کیا جائے پیسے ہمیں ایک دفعہ ملتے ہیں اس پر انکوائری کی جائے۔ کہ آیا وہ کون کنٹریکٹر تھا یا کون تھا جس نے اس پر دو نمبر کی چیزیں لگائی ہیں جس کی وجہ سے ٹرانسمیشن، کولاج الیکٹریسیٹی کے لئے ہم نے 100 millions rupees کھچھی حکومت میں۔ جب ریلیز آیا تو تیس ملین روپے ملے۔ آیا کیسے وہ لائن کمپلیٹ ہو سکتی ہے اسی ایس صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تیس ملین میں تو یہی ہوگا کہ یہ دس سال مزید چلے گی اور پھر یہ پیسے بھی چلے جائیں گے۔ دس کی الیکٹریسیٹی میں نے دی ہے نواب ریسانی صاحب کے ٹائم پر آج تک وہ مکمل نہیں ہوتی۔ میں کوئی سود دفعہ چیف کیسکو کے پاس گیا ہوں منسٹر متعلقہ کے پاس گیا ہوں سیکرٹریز کے پاس گیا ہوں میٹنگوں پر میٹنگ۔ کل بھی میری بات ہوئی ہے کہتے ہیں ایک ہفتے میں مکمل کریں گے۔ مجھے نظر نہیں آتی کہ ہوگی۔ میں اُن چیزوں کی بات کر رہا ہوں جو کہ میرے ڈسٹرکٹ سے متعلق ہیں۔ میں اُنکے بارے میں علم رکھتا ہوں۔ مکران میں سب سے زیادہ بلوں کی ریکوری گوار کی ہے۔ اُسکے باوجود بھی بارہ بارہ گھنٹے آٹھ آٹھ گھنٹے بجلی کی لوڈ شیڈنگ اُس شہر میں ہوتی ہے جس کو ماتھے کی جھومروہ کہتے ہیں۔ جس کو پورٹ ٹی کہا جاتا ہے اور اسی شہر میں اگر کوئی پول گرتا ہے جو کیسکو کی ذمہ داری ہے جا کر کے وہ پول کو تبدیل کریں۔ جب تک ایم پی اے اپنی فنڈ سے پول نہیں دیں تو پول صحیح نہیں ہوتے ہیں۔ میں نے ایک سو ایکس ملین کھچھی حکومت میں دیئے ٹرانسپارٹ مرز اینڈ پولز کے لئے پوری ڈسٹرکٹ کے آج تک وہ ٹرانسپارٹ مرز اور پولز نہیں آتے ہیں۔ اور ایک ٹرانسپارٹ مرز میں اگر دس بندے سو کنکشنز ہیں اُس میں نوے لوگ بل ادا کریں دس لوگ بل ادا نہیں کریں وہ ٹرانسپارٹ مرز وہاں پر بند کر دیا جاتا ہے۔ آپ کی ذمہ داری ہے وہ نو بندے اگر نہیں دیتے اُن کی بجلی کاٹ دیں آپ سو بندوں کی بجلی کیوں بند کر دیتے ہیں۔ بجلی کا یہ نظام ہمارے اور باقی صوبوں کا مختلف ہے۔ کیونکہ ہم اُن سے مختلف لوگ ہیں جس طرح ہم اسلام آباد سے ہمیشہ بجٹ کے حوالے سے رونا روتے ہیں ہمارے منسٹر صاحب اس بجٹ پر بھی میرے خیال سے بائی کاٹ کر کے آئے ہیں تو یہ تو اُن کا رویہ وہ کبھی بھی بلوچستان کے کسی ایٹو پر مختلف ہی نہیں ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی conclude کر دیں۔

میر حمل کلمتی: اسی طرح ادویات کی بات ہو رہی تھی۔

جناب چیئرمین: جی اس کو اگلے سیشن میں کر دیں۔

میر حمل کلمتی: اگلے سیشن میں شاید میں نہ ہوں مجھے بولنے دیں۔ ادویات کی بات ہو رہی ہے اس میں ادویات کا یہ عالم ہے کہ گیارہ سالوں سے میں اس

ایوان میں ہوں ہر سال کے بجٹ کی ادویات اگلے سال آتے ہیں اور وہ بھی اتنے آتے ہیں۔ اب پورے ڈسٹرکٹ گوار کا بجٹ ہے نوے لاکھ روپے۔ کن کن ہسپتالوں کو آپ اُس نوے لاکھ روپے میں سے ادویات دیں گے کوئی ستائیس بی ایچ یوز ہیں تین چار RHC's ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہیں اور وہ ادویات بھی ایسے آتے ہیں تو وہ کام کے نہیں ہیں جب ہم جاتے ہیں بات کرنے جب میں گیا پچھلے سال ادویات کے لئے بجٹ بند ہو گیا ہے کہا یہ گیا ہے کہ بہت سارے جعلی ادویات آگئے ہیں اُن کی وجہ سے ہم اُس پرائسنگ کر رہے ہیں اُسکے بعد ہم purchasing کریں گے۔ یہاں پر ایک مافیا ہے ایم ایس ڈی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے ٹائم پر جب ڈسٹرکٹس کو بجٹ دیئے گئے سارے ہسپتالوں میں کیوں ادویات پہلے تھے کیونکہ وہ ٹائم پر لے لیتے تھے۔ اور ٹائم پر دیتے تھے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی تھیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کو گیارہ سالوں سے ایکسرے مشین اور پلٹیں فلم میں دیتا ہوں۔ ابھی بھی میں دورہ کر کے آیا ہوں کسی ایک ہسپتال میں ادویات نہیں ہیں۔ صرف میرا یہ عالم نہیں ہے۔ پورے بلوچستان میں یہ ایوان بیٹھی ہوئی ہے شاید ظہور بلیدی صاحب فنانس منسٹر ہیں اُنکے ڈسٹرکٹ میں پرابلم نہ ہوں لیکن پورے میں جام صاحب تک کے ڈسٹرکٹ میں ایک دن ایک ایکسٹنٹ ہو ایک فیملی کا میں اس فلور پر پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ جب میں وہاں گیا تو کوئی چیز نہ تھی، میرا دل خوش ہوا کہ جام صاحب کا ڈسٹرکٹ ہے ہمیشہ وہ اچھے اچھے عہدوں پر رہے ہیں لیکن میں اُنکو چنچ کر تا ہوں آپ آئیں میرے ڈسٹرکٹس کے ہسپتال میں ادویات نہ بھی ہوں لیکن اُن کی آپ بلڈنگز دیکھ لیں آپ اُسکی صفائی دیکھ لیں تو آپ کو خوشی ہوگی۔ ہم کس سے روئیں۔ دو ارب روپے پچھلے سال ادویات کے لئے رکھے گئے ہیں ابھی تک ادویات نہیں ہیں ڈھائی ارب روپے دوبارہ منسٹر فنانس صاحب نے رکھے ہیں اس سال۔ اب ساڑھے چار ارب

پچھلے سال گیا تھا اُن کے پاس میں نے کہا کہ آپ ہمارا جو بٹ تھا وہ مجھے بتادیں کہتا ہے کہ آپ لوگ سینتالیس لاکھ روپے ایکسٹرالے گئے ہو۔ کہاں سے لے گئے؟۔ کہتے ہیں وہ منسٹر ہیلتھ آیا تھا اُس کے لوگوں نے ڈیمانڈ کی تھی کہ ہمیں ادویات کے حوالے سے کوئی گرانٹ دے دیں۔ انہوں نے سینتالیس لاکھ کی دوایاں بھیجی ہیں وہاں پر وہ ہم نے کوئی کر دی ہے۔ بھی! منسٹر گرانٹ دے کر کے گیا وہ لوگ جو ہمارا سالانہ کوٹ ہے اُس سے تو نہیں کٹ سکتا۔ اسی طرح بی ایم سی سے۔ میں ایک دن وہاں گیا تھا جناب چیئر مین صاحب! اُس وقت جناب اسپیکر صاحب بیمار تھے رات کو سارے ہسپتالوں کو فون کیا کسی نے کہا بی ایم سی سے لے جائیں وہاں ڈاکٹرز مہیا ہیں۔ جب وہاں گئے اُسکی حالت دیکھی رونا آ گیا بی بی ایم سی کی یہ حالت ہے۔ کیونکہ اسپیکر تو ایک دن وہاں ہوگا اُس سے ہزاروں لاکھوں ہمارے لوگ وہاں جا کر علاج کرواتے ہیں۔ اور وہاں پر آکسیجن پلانٹ وہ کہتے ہیں کہ جب بی ایم سی بنا تھا اُس ٹائم کا لگا ہوا ہے خراب ہے چھوٹا سا fault ہے۔ اسی طرح دو تین مزید پلانٹ لگے ہوئے تھے۔ یہ پیپرز وغیرہ جو واش کرتے ہیں اسٹیرائز پلانٹ وہ بھی خراب تھے۔ میں آپ کو کہوں کہ اللہ کے آسرے پر اب وہ موجود ہے۔ اسی طرح سول ہسپتال گئے تھے ایک دن ہم پورے اپوزیشن کے ساتھ ہم گئے تھے اُسکی حالت ہم نے دیکھی۔ سترہ کوئی ڈائینامک مشینیں بڑی ہوئی تھیں جن میں سے دو فنکشنل تھے اور مریضوں کو تین تین مہینے کا ٹائم دے رہے تھے۔ تین تین مہینے ڈائینامک مریض کس طرح تین مہینے تک رُک سکتے ہیں۔ پتہ نہیں کتنے لوگ مشینیں خراب ہونے کی وجہ سے اس دنیا سے چل بسے ہیں۔ اس کا ہمیں کچھ اندازہ ہی نہیں ہے۔ اسی طرح ہر وارڈ میں ہم پھرے۔ گوادری کی بات تو دُور کی بات ہے۔ گوادری کا جی ڈی ہسپتال پھر بھی بہتر ہے اور اس وقت میں کہتا ہوں ایک ماڈل ہسپتال ہے لیکن اُس میں بھی ڈاکٹرز، ایک ماڈل ہسپتال بنانے سے یہ بلڈنگز ہیں جس طرح میں نے ساری BHU's نئی کر دی ہیں ساری RHC's بنا دیئے جو نئے ہو گئے۔ جب تک ڈاکٹرز نہیں ہوں گے ہسپتالوں میں دوایاں اور equipments نہیں ہوگی۔ یہ کسی کام کے نہیں ہیں۔ کورونا کے لئے کہتے ہیں کہ پانچ ارب روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ہم نے کل کراچی سے کوئی منگوا یا ہے گوادری میں کیونکہ کیسز آ گئے ہیں کچھ ڈیٹھ کیسز بھی آ گئے ہیں کراچی سے الگ لوگ منگوائے ہیں وہ تین دن ہوئے ہیں آج وہ واپس جائیں گے شام کو چھ بجے چلے گئے ہیں، وہ آ کر کے ٹیسٹ کر کے گئے ہیں اور صوبہ ہمارا کہتا ہے کہ ہم نے چھ ارب روپے خرچ کیئے ہیں اس دن ہم جارہے تھے جناب چیئر مین صاحب! راستے میں میں نے کنٹینرز دیکھے پی ڈی ایم اے لکھا ہوا تھا میں نے کہا یہ کیا ہے کہتے ہیں آکسولیشن وارڈ ہم بنا رہے ہیں ان کنٹینروں میں۔ میرے خیال سے اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کے پاس ایک ماڈل ہے سی ایم سندھ جس نے لیبر کالونیاں خالی کر کے جو اسکول اس وقت بند ہیں ان کو خالی کر کے جو کالجز بند ہیں جو ہاسٹل بند ہیں ہر ڈسٹرکٹ میں کالجز ہیں تقریباً یہاں پر بلوچستان میں۔ ہسپتال بند ہیں انہی کو آکسولیشن سینٹر ہم بنا سکتے تھے۔ بجائے کروڑوں روپے کے اربوں کے کنٹینرز لینے سے۔

جناب چیئر مین: مختصر کریں ذرا کلمتی صاحب۔

میر حمل کلمتی: تو یہ ساری چیزیں ہیں صوبے کی جس سے ہمارا پسینی ہاربر، بزدار صاحب بیٹھے ہیں میرے ساتھ سیکرٹری فشریز رہے ہیں۔ جاپان نے 800 ملین ہمیں گرانٹ دی۔ جس دن ہم نے منسٹری چھوڑی۔ ہم نے ڈیڑھ سال پسینی ہاربر کی سیلری بھی انہیں پیسوں سے دی ان کو بینک میں رکھا ہمیں اس سے profit ملا کہ جب تک ہمارا کام start نہ ہو لیکن اگلی حکومت آئی۔ انہوں نے بجائے کہ جو experts تھے ان کو کام دینے کے بجائے پتہ نہیں کسی پاکستانی فرم کو کام دے دیا۔ اور آج تک وہ ہاربر جس سے آج لاکھوں لوگوں کی معیشت جو ہمیں کما کے دی سکتی ہے۔ ہم اس پر ایک روپیہ بھی، جب بھی کوئی چیف منسٹر جاتا ہے ہم جاتے ہیں ان لوگوں کا ماہی گیروں کا ایک ہی ڈیمانڈ ہے خدا کے واسطے ہمارے روزگار کو بحال کیا جائے۔ اس پر ہم توجہ نہیں دیتے ہیں۔ کیونکہ لوگ ہماری ضرورت ہی نہیں ہے ہم روڈز بنائیں گے ہمیں کمیشن ملے گا وہ ہماری ضرورت ہے ہم وہ کام کریں گے جس سے ہمیں پیسے ملے۔ خدا اس صوبے پر ترس کھایا جائے۔ اس صوبے کو ہیلتھ کی ضرورت ہے۔ اس صوبے کو ایجوکیشن کی ضرورت ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ہماری پوسٹیں وہ لے جا رہے ہیں فلاناں لے جا رہا ہے۔ پہلے ہم اپنی قوم کو اس nation سرز مین پر جو رہنے والے لوگوں کو educated کریں۔ ہم نے کوئی کمیشن سینٹرز یہاں بنایا ہے کہ کہیں کہ ہمارے اسٹوڈنٹس جا کے کمیشن کلیئر کر کے آئیں گے؟۔ تو ہمیں ایجوکیشن کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہیلتھ کی ضرورت ہے۔ ہمیں pure drinking water کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ جس سے ہماری life secure ہو سکتی ہے۔ ان چیزوں کی ضرورت ہے ہمیں۔ یہ روڈز، ان سے تو ہم گزر چکے ہیں جناب اسپیکر! امید ہے کہ یہ جو ایجنڈا ہم نے لایا ہے اس پر کوئی عملدرآمد ہو۔ لگتا نہیں ہے کیونکہ جس طرح بلوچ نے بتایا جتنے بھی قرارداد اس اسمبلی میں جس چیز پر بحث ہوتی ہے کیونکہ لوگ sincere نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: 20 منٹ کیلئے نماز کا وقفہ لیتے ہیں۔

(نماز کے وقفہ کے بعد دوبارہ اجلاس 7 بجکر 55 منٹ پر شروع ہوا)

جناب ڈپٹی اسپیکر: اسلام و علیکم۔ جی ملک نصیر شاہوانی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر صاحب! حکومتی اراکین میں سے میرے خیال میں کوئی بھی نہیں ہے اچھا ہوا اس ایوان میں بہر حال حکومت کی طرف سے اگر

ایک بندہ بھی ہو اور یہ بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی ہے۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! چونکہ یہ ایک ایسا موضوع ہے اس سے جو اکثر related ہیں

تین نکات وہ زراعت سے متعلق ہیں پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان ایک زرعی صوبہ ہے اور ہماری معیشت کا جو 75% سے 80% دار و مدار ہے وہ یا تو ذراعت

ہے یا گلہ بانی ہے جناب اسپیکر صاحب! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آج کے اس موضوع پر حکومتی اراکین ایک تو یہاں پر بڑی تعداد میں موجود ہوتے اور پھر اس موضوع پر جو

ایک اہم موضوع ہے۔ جو اس صوبے کے معیشت کا دار و مدار ہے اس پر کھل کر بات کرتے اور آنے والے دنوں کیلئے اپنی زراعت کو جدید خطوط پر استوار کرنے کیلئے

اور اس صوبے کو ترقی دینے کیلئے مل کر ایک بہترین حکمت عملی بناتی۔ بد قسمتی یہ ہے کہ موجودہ حکومت اپنے ان فرائض سے میرے خیال میں اگر میں اس پر کہوں کہ اس

کے اندر غفلت کا مظاہرہ کر رہا ہے بے جا نہیں ہوگا اب تک اس پر جس طرح ٹڈی دل کا جو پہلا ریلہ تھا بلوچستان میں آیا۔ اور جس سے ہمارے 10 اضلاع متاثر ہو

ئے۔ نومبر 2019ء میں ہم نے قرارداد دلایا اور اس ایوان میں اپوزیشن کے اراکین نے کھل کر بات کی۔ اور حکومت کو آنے والے دنوں کیلئے ان خدشات سے بھی

آگاہ کیا کہ آنے والے دنوں میں جب ٹڈی دل کا بلوچستان پر یلغار ہوگا تو اس میں بہت زیادہ ہماری زراعت متاثر ہوگی، اس وقت نومبر میں جب ہم نے قرارداد دلایا

اس وقت بلوچستان کے 10 اضلاع متاثر تھے جس میں خصوصاً وزیر اعلیٰ کا اپنا ضلع بیلہ تھا آواران تھا خضدار تھا گوادر، مکران اس علاقے میں زیادہ جو ہیں ٹڈی دل نے

جو ہے ہمارے فصلات اور باغات کو متاثر کیا۔ اور ایک اندازے کے مطابق اس وقت حکومت کا یہ اپنی ایک figure ہے شاید دس ارب روپے کے قریب نقصانات ہو

ئیں۔ اور پھر ہم نے جن خدشات کا اظہار کیا اس حکومت اس بات کو بھی serious نہیں لیا کورونا کی طرح۔ کہ جس پر جب ہم لوگوں نے یہاں پر قرارداد دلایا اور اس

پر بحث کی اسی طرح ٹڈی دل کا بھی انہوں نے یہ یہاں پر اسمبلی میں جو قرارداد ہم نے لایا اس کو بھی انہوں نے اسی طرح نظر انداز کیا۔ آج آپ کے تقریباً 33 اضلاع

جو ہیں ٹڈی دل سے متاثر ہے اور بلوچستان کے وہ اضلاع۔ جو جس میں نصیر آباد ہے کچی ہے سبی ہے بولان ہے ان علاقوں میں جب پہلی یلغار ہوئی وہاں پر فصلات

کچھ بڑے تھے اور وہاں پر انہوں نے سب کے سب ختم کر دیئے۔ ہماری کپاس جو اس ملک کا سب سے بہترین کپاس بلوچستان میں ہوتا ہے آج بلوچستان میرے

خیال میں بالکل زیر و اس پر کھڑی ہے اور اگر 33 اضلاع کی نقصانات کا ایک جائزہ لے لیں تو جناب اسپیکر صاحب! یہ اربوں میں ہیں۔ ہمارے وزیر زراعت

صاحب بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے کچھ علاقوں کا دورہ بھی کیا اور کچھ علاقوں میں انہوں نے ٹڈی دل کا جو یلغار ہے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا، میرے خیال میں ہر

علاقے میں جب ان پر یلغار ہوتی چونکہ میں زمینداروں کا اس وقت چیئرمین ہوں مجھ سے رابطہ کیا جاتا اور میں اکثر سیکرٹری ایگریکلچر سے ڈی جی ایگریکلچر سے کبھی کبھار

میں اپنے منسٹر صاحب کو بھی یہ کہتا کہ بھی اس قسم کی ایک بڑی یلغار فلاں علاقے میں داخل ہوئی ہے اور وہاں پر زمینداروں کا بہت نقصان ہوا ہے۔ اب کہا جا رہا ہے

جناب اسپیکر صاحب! کہ آنے والے دنوں میں ایک اور بھی بہت بڑی یلغار شاید ایران کی طرف سے یا عرب ممالک کی طرف سے وہ بلوچستان میں داخل ہونے والا

ہے اب اس وقت ہماری وہ جو فصلات ہیں وہ پیک پر ہیں ہماری سب کی فصل تیار ہونے والی ہیں ہماری چیری ہماری زرد ہالو ہماری خوبانی ہماری پیاز ہماری ٹماٹر یہ تمام

فصلات اس وقت میرے خیال میں تیار ہے خدا نہ کریں جناب اسپیکر صاحب! انہیں حالات کے اندر اگر ایک بہت بڑی یلغار ہوگی نہ صرف ہماری زمینداروں کا

نقصان ہوگا بلکہ بلوچستان نہیں بلکہ اس ملک میں بھی فوڈ سیکورٹی کا مسئلہ پیدا ہوا۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت جو ٹماٹر کی فصلیں صرف اور

صرف بلوچستان کے اندر ٹماٹر ہیں اور اس وقت ہم پورے کوٹماٹر فراہم کر رہے ہیں۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ جس طرح ٹڈی دل نے جو ہے ایک طرف زمینداروں کا

نقصان کیا ہے دوسری طرف جو غیر قانونی طور پر زرعی اجناس ایران سے لایا جاتا ہے افغانستان سے لایا جاتا ہے بغیر امپورٹ پر مٹ کے جناب اسپیکر صاحب! جس

کے ساتھ امپورٹ پر مٹ نہیں ہوتی وہ غیر قانونی طور اسے گنگ کر کے جو ہے تفتان، تورخم، چن مختلف علاقوں سے جو ہے سب، ٹماٹر، کھیر، بلوچستان میں لاتے ہیں جنانہ

ب اسپیکر! صرف گنے پنے لوگ ہیں جو 25 سے 30 لوگ ہیں اور یہ کاروبار کرتے ہیں زرعی اجناس کا غیر قانونی۔ 12 جولائی کے مشرق اخبار میں جناب اسپیکر

کی مد میں نقصان ہوا یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے یہ کہتا ہے کہ انہوں لوگوں نے جو سب لایا یکم جولائی 2018ء سے 31 اکتوبر تک اس دوران خالی ملکی خزانے کی جو نقصان ہوا ہے وہ 34 کروڑ روپے سے زیادہ ہیں۔ لیکن جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کو واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں اس وقت بھی ہم نے اس خلاف بہت بڑی آوازیں اٹھائی ہمارے زمیندار ایکشن کمیٹی نے۔ ہم اسلام گئے ہم نے کامرس منسٹری سے جو ہے وہاں ہم بات کی۔ اور جب ہم اسلام میں تھے ان دنوں وزیر اعلیٰ بلوچستان جام کمال خان بھی بلوچستان ہاؤس میں تھے وہاں پر کامرس منسٹرز اق داوود بھی بلوچستان ہاؤس آیا اور انہوں نے زمینداروں ملاقات کی۔ یہ سلسلہ جناب اسپیکر صاحب اسی وقت سے جاری تھا نہ ان لوگوں کے ساتھ امپورٹ پر مٹ تھی جو سب لار ہے تھے پاکستان اور نہ ان کے ساتھ کورنٹائن سرٹیفکیٹ تھی۔ بلکہ ایک چھوٹی سی permission ایک دفعہ ان کو مل گیا تھا کہ آپ صرف اور صرف 500 ٹن سب لاسکتے ہیں وہ بھی ایک کمپنی کو لیکن اسی کمپنی کے اس چھٹ پر جو ہیں۔ جب ہم زمینداروں بلوچستان ہائی کورٹ میں ایک ریٹ دائر کی کہ اس طرح غیر قانونی طور پر یہ چند لوگ سب لار ہا ہے تو بار، بار جو ہے مختلف لوگ جو ہے اسی چھٹ کو پیش کرتے اور بلوچستان ہائی کورٹ میں بھی پتہ چلا کہ وہ عدالت عالیہ کو بھی دھوکہ دے رہا ہیں۔ اور وہاں پر بھی غیر قانونی طور پر جو ہے اس کو دیکھا ہے تھے یہ ایک چھوٹی سی مثال نہیں ہے میرے خیال میں نہ یہ ایک 34 کروڑ روپے کے ہیں بلکہ پورے سال انہوں نے اسی طرح جو ہے غیر قانونی طور پر کبھی تو رقم بارڈر پر آگروہاں پر ان کی تھوڑا relax ہوتا تو وہاں سے لاتے کبھی چمن کے راستے جناب اسپیکر صاحب! وہ لاتے اور کبھی جو ہے غیر قانونی طور پر پاکستان میں مائیکل ایریا سے جو ہے ڈائن کے اندر پھر بسوں کے اندر یہ اربوں روپے جو ہیں ناں صرف انہوں نے ملکی خزانے کو نقصان پہنچایا بلکہ جناب اسپیکر صاحب! ان زمینداروں کا بھی جو بلوچستان کے تقریباً 80 فیصد لوگوں کا ذرائع معاش۔ جس طرح میں نے کہا ان کا بے تحاشہ نقصان کیا اور ان کے مال اس وقت پنجاب لاہور کے کولڈ اسٹوریج میں اسلام آباد کے کولڈ اسٹوریج میں کراچی کے کولڈ اسٹوریج میں پڑے ہوئے تھے جو میرے خیال میں جن کو اونے پونے دام بھی نہیں مل رہے تھے اور آخر میں انہوں نے اپنی پوری مال جو ہے انہی کولڈ اسٹوریج میں چھوڑ کر قرض دار ہو گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں اب بھی اگر کوئی کے منڈی میں آپ جائیں اس وقت بھی غیر قانونی طور پر ٹماٹر اور کھیر آ رہا ہے اور وہ صرف چند اور گنے چنے لوگ ہیں جن کے ساتھ نہ امپورٹ پر مٹ ہے اور ناں ہی وہ قانونی طور پر یہ کام کر رہا ہے اس وقت نہ صرف اس صوبے کے زمینداروں کو نقصان پہنچا رہا ہے بلکہ ملک کی خزانے کو بھی یہ لوگ نقصان پہنچا رہا ہے یہ اچھی قدم ہیں کہ ہماری کسٹم کے اہلکاروں نے جو ہیں پرانے جو ہم 2019ء کی بات کر رہے ہیں اس وقت کے ایجنٹس تھے ان کو پکڑا ہے میں کہتا ہوں کہ اب موجودہ میں نے کلکٹر کسٹم سے بھی بات کی تھی موجودہ اس وقت میں جو لوگ اس وقت ٹماٹر اور کھیر لار رہا ہے یہ بھی غیر قانونی ہیں۔ میں آپ کی توسط سے یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ آپ کلکٹر کسٹم کو یہاں بلائیں زمینداروں کے ایک وفد کو ہم بلائیں گے۔ ہماری ممبران اسمبلی بھی ہوں گے۔ اور یہ لوگ جو اس وقت غیر قانونی کام کر رہے ہیں بجائے اس کا کہل ہم ایک سال کے بعد پتہ چلیں کہ وہ سب جو پچھلے سال آیا تھا جس میں زمیندار کورٹ میں بھی گئے تھے اسلام آباد بھی گئے کامرس منسٹر سے بھی ملا وہاں کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا وہ 2 سال 1 سال کے بعد پتہ چلا کہ وہ غیر قانونی طور پر وہ 2 سال 1 سال کے بعد پتہ چلا کہ وہ پر آ رہے تھے اور اس سے ملکی خزانہ کو 34 کروڑ روپے کا نقصان پہنچا ہمارے زمیندار تو بھاڑ میں گئے اور اسی طرح اب اس سے پہلے کی نقصانات ہو رہے ہیں آپ ہی کے اس فورم سے میں آپ سے آپیل کرتا ہے کہ جناب اسپیکر صاحب! آپ کلکٹر کسٹم کو بلائیں آپ اس کو نوٹس دے یہاں پر ہماری پارلیمنٹرین ہمارے جو دوست ہیں وہ بھی ان سے ملاقات کریں گے۔ اور ساتھ ہی ہمارے زمیندار اس نشست میں ہونگے، تیسری بات بجلی کی ہے جناب اسپیکر صاحب جو آج کے ہمارے اس شیڈول میں شامل ہے جناب اسپیکر صاحب! اس وقت بلوچستان کی اکثر جو زمینداری ہے اس بجلی کی مرہون منت ہے ایک زمانہ ہوتا تھا کہ صرف کوئٹہ کے اندر بھی 550 سے زیادہ کاریزات یہاں پر چلتی تھی آج پانی کا دن بدن سطح گرنے کے بعد آج اس کوئٹہ میں میرے خیال میں آپ کو کوئی میرے علم نہیں ہے اگر کہیں پر ہو آج کوئی کاریز بھی یہاں پر آپ کو زندہ کاریز سوائے میرے خیال میں ایک نوحصار کی طرف میں سنتا ہوں کہ وہاں پر ایک کاریز چل رہا ہے باقی بلوچستان کے کوئٹہ کے اندر جو ہے اس وقت کاریزات تمام خشک ہو گئے ہیں اسی طرح آپ مستونگ کی مثال لے لیں اسی طرح بلوچستان کے دوسرے اضلاع میں جو کاریزات بہتے تھے آج ہماری پوری زراعت کا جو میرے خیال 70 سے 75 فیصد یا 80 فیصد جو ہیں یہ 30 ہزار ٹیوب ویلوں کے مرہون منت ہیں جو بجلی پر چلتی ہے اور یہی ہے جو ہے جو ہم لوگ 5 لاکھ یا 550 لاکھ ٹن سے زیادہ سب پیدا کرتے ہیں اسی طرح 12 لاکھ سے زیادہ ٹن ہم جناب اسپیکر صاحب! ٹماٹر پیدا کرتے ہیں اور پیاز کی اتنی بڑی پیداوار بلوچستان میں ہوتی ہے یہ انہیں ٹیوب ویلوں کی مرہون منت ہیں لیکن بد قسمتی یہ ہے جناب اسپیکر صاحب! کہ جو بجلی

ہماری ایک ہی سیزن ہوتی ہے یہی جناب اسپیکر صاحب! جو اپریل سے شروع ہو کر آپ کی اگست ستمبر چلی جاتی ہے کبھی یہ بجلی چار گھنٹے کر دیتی ہے کبھی اس کو ٹو فیس کر دیا جاتا ہے مہینے کے آخر میں دو تین دن ویسے ہی اس کو بند کر دیتا ہے اس losses کو پورا کرنے کے لئے۔ لیکن گورنمنٹ آف بلوچستان اپنا حصہ نہیں دے رہا ہے اور گذشتہ دنوں میں نے دیکھ مجھے خوشی ہوئی کہ جام صاحب نے کے الیکٹرک کو۔ وہاں پر 1400 ٹیوب چلتے ہیں آپ کے سبیلدا اس رینج میں ہے اس نے ان کو میرے خیال میں 50 کروڑ روپے سبسائیڈ کی مدد میں دیا تھا۔ شاید اس کے علاقے کے لوگوں نے ان کو تنگ کیا لیکن وہ وزیر اعلیٰ بلوچستان ہے ٹھیک ہے ان کو دیدیا اور دینی چاہیے یہ باقی بھی بلوچستان ہے یہ بلوچستان سے کوئی علیحدہ وہ نہیں۔ اگر آپ نے وہاں پر سبسائیڈ کی payment کی ہے آپ یہاں پر بھی سبسائیڈ کی payment کر لیں یہاں پر کہا جاتا ہے کہ ہمارے ٹیوب ویلوں پر کوئی میٹر نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب! ہم نے پیشکش کی۔ حکومت نے ایک کمیٹی بنائی ہم نے کہا کہ ہم ہر ٹیوب ویل پر جو ہیں بجلی کی میٹر لگانا چاہتے ہیں لیکن چونکہ یہ تین اس کے اندر اس میں صوبائی گورنمنٹ اس کا حصہ ہے انرجی ڈیپارٹمنٹ ہماری زمیندار کا بھی اس میں ایک شیئر ہے اور ساتھ ہی جو ہے ہمارے کیسکو کے نمائندے ہوں وہ لگائے بجلی کا میٹر اگر وہاں پر کیسکو کوئی غلط کام کر رہا ہے کیسکو اگر زیادتی کر رہا ہے صوبے کے ساتھ تو ہم صوبائی گورنمنٹ کے ساتھ کھڑے ہیں اگر ہماری انرجی ڈیپارٹمنٹ کا یہ کہنا ہے اور اس کہنا بھی کسی حد درست ہے کہ جتنے ٹیوب ویلوں پر بجلی کے بل آتے ہیں اتنے ہمارے ٹیوب ویل نہیں چلتے بالکل میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں تو پھر آپ اس میں جلدی کریں آپ اس پر لگائیں ہم اپنا وہ بجلی کا میٹر سنبھال لیں گے اگر اس پر کم آتا ہے صوبہ زیادہ حصہ دے رہا ہے ہم تو راضی ہے آپ کیسکو کو راضی کریں تاکہ وہاں پر میٹر لگائے لیکن آپ میٹر بھی نہیں لگا رہے ہیں اور ساتھ ہی آپ سزا زمیندار کو مل رہا ہے اور میرے خیال اگر اسی طرح اس سال جتنے بھی نقصانات زمینداروں کے ہو رہے ہیں خدا ناکہ کرے جناب اسپیکر صاحب! خدا نہ کرے اگر ٹڈی دل کا ایک اور بڑا حملہ ہوا۔ اور ساتھ ہی ہمارے کیسکو نے دوبارہ یہ سلسلہ جاری رکھا زمینداروں کی سبسائیڈ کے اندر اس وقت ہمارے فصل تیار ہیں ہمارے کچھ بچے گانہیں جناب اسپیکر صاحب! اور جب ہمارے لیے کچھ بچے گانہیں اس ملک میں اس صوبے کے اندر فوڈ سیکورٹی کا بھی بہت بڑا مسئلہ ہوگا باہر سے لانے میں تو آپ کو کوئی عار نہیں ہوتا ہے آپ ٹماٹر بھی آپ ایران سے منگوا لیتے ہیں آپ 600 روپے میں اس کو خرید لیتے ہیں 600 روپے میں اس کی کلو۔ آپ ایران سے یادو سرے ملکوں سے آپ پیاز بھی لاتے ہیں 10 ہزار روپے میں بوری آپ وہ خرید سکتے ہیں لیکن آپ کے صوبے کے اندر آپ کے ملک کے اندر جب آپ کے زمیندار کوئی کام کرتا ہے کوئی محنت کرتے ہیں تو کم از کم اس کو اس کی اس محنت کا معاوضہ تو ملنا چاہیے ایک تو اس زمیندار کا اس صوبے کا بھی ایک بہت بڑا بھلا ہوگا اور 80% لوگوں کا جو زرعی معاش ہے جناب اسپیکر صاحب! اس وقت صوبائی جو گورنمنٹ کے ذمے کیسکو کے جو بقایہ جات ہیں جناب اسپیکر صاحب وہ 20.39 بلین ہیں اور جو گورنمنٹ آف پاکستان نے دیئے ہیں وہ 19.40 بلین ہیں یہ پیسے گورنمنٹ آف پاکستان بھی دیدیں گورنمنٹ آف بلوچستان بھی دیدیں اگر کئی پر بجلی کے۔ ابھی بد قسمتی یہ ہے کہ بلوچستان میں کیسکو کا یہ کہنا ہے کہ اس کے اندر وہ کہتا ہے جناب اسپیکر صاحب! 7 لاکھ گھریلو صارفین ہیں 7 لاکھ جب بلوچستان کی آبادی 1 کروڑ 24-23-30 لاکھ کے قریب ہے تو آیا 1 کروڑ 23 لاکھ میں ایک خاندان کا کتنے کا وہ صرف 7 لاکھ لوگ بجلی استعمال کر رہے ہیں یہ اس سے کئی زیادہ ہیں بلوچستان میں جتنی بھی بجلی چوری ہوتی ہے اس کی جو ہے berdun زمینداروں پر ڈالا جاتا ہے چاہے وہ یہاں پر کوئی انڈسٹری چوری کرے چاہے گھریلو صارفین چوری کریں چاہے کوئی آفس کے اندر کوئی چوری ہو اگر وہاں پر نہیں ہوتا ہے تو اس بل کو پونجکانے لیے زمیندار پر burden ڈال دی جاتی ہے جناب اسپیکر صاحب! باقی صوبوں میں آپ کراچی کی مثال لے لیں وہاں پر بجلی کی لائن لاسز 30% ہیں 30% بجلی کی line losses ہیں کراچی میں۔ لیکن بلوچستان میں جتنی لاسز ہوتی ہیں اس کو بھی ٹیوب ویلوں پر ڈالا جاتا ہے یہاں شوکر دیا جاتا ہے کہ ہم نے اپنی اتنی بجلی کی بلنگ کی ہے اور اتنے پیسے لے لیے ہیں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس چوری کو زمینداروں کے بل میں دال کر ایک ابھی سردیوں کے دنوں میں جناب اسپیکر صاحب سردیوں کے دنوں میں جب برف پڑی بہت بڑی برف پڑی اور اس برف کے اندر زیارت جیسے علاقے میں میرے خیال میں ایک مہینے تک بھی بجلی کے ٹیوب ویل بند تھے تو آپ اس برف کی مثال بھی لے لیں اگر اس برف کے زمانے والا بجلی کا بل بھی لاؤ گے وہ ایک لاکھ روپے سے اوپر ہے جب پورا مہینہ اس کا ٹیوب ویل چلا بھی نہیں ہے برف کے دوران۔ لیکن آپ دیکھیں اس برف کے دوران اس کا بل جو ہے 1 لاکھ 30 ہزار 40 ہزار سے زیادہ ہے اور ہر جگہ جو ہے یہ اسی طرح ہے ہم آپ کی صوبائی گورنمنٹ کے ساتھ ہیں اگر صوبائی گورنمنٹ اپنی سبسائیڈ کا حصہ دے یہ کیسکو کی زیادتیاں ہیں جہاں چوری ہوتی ہے وہ چوری زمینداروں کے کھاتے میں ڈالا جاتا ہے اور وہ صوبائی گورنمنٹ سے یا وفاق سے حاصل کیا جاتا ہے ان کو میٹر لگا

رونلگ دیدیں کیسکو چیف اور ان کے اہلکاروں کو بلائیں ہمارے انرجی ڈیپارٹمنٹ کو بلائیں ہمارے یہاں پر جو صوبائی اسمبلی کے ممبران ہیں ہمارے دوست ہیں ان کو بھی بٹھا کر بلے یہاں جس کا بھی کوئی فالٹ کوئی غلطی ہے اسکو ہم یہاں پر درست کریں گے اور ساتھ ہی جو اس وقت زرعی اجناس جناب اسپیکر صاحب اس کے لیے آپ کلکٹر کسٹم کو اگر یہاں بلائیں تو ہم اس کے ساتھ بیٹھیں گے اس وقت غیر قانونی طور پر ٹماٹر بھی آ رہا ہے اور اس وقت کھیرا بھی آ رہا ہے اور آنے والے دنوں میں جو ہے سب بھی اور پیاز بھی یہاں پر آ جائیگا اس کو روکنے کے لیے آج سے جناب اسپیکر صاحب حکمت عملی طے کی جائے۔ بہت مہربانی۔ والسلام۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب! کسٹم کلکٹر کو 17 جولائی 2 بجے بلوچستان اسمبلی طلب کیا جاتا ہے۔ جی زمر خان اچکزئی صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: بات کرنی تھی اگر مجھے ٹائم دیدیں میری ایک بہت امیر جنسی ہے مجھے جانا ہے میں اگر اپنی بات آپ کو بتاؤں میری مجبوری ہے اگر آپ اجازت دیتے ہو تو ٹھیک ہے میں تھوڑا سا مختصر کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ دونوں تشریف رکھیں میریضیاء لاگو صاحب آپ بات کریں۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کریں۔

وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور پی ڈی ایم اے: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر صاحب! بہت شکریہ آپ کا جناب اسپیکر۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: چار بجے سے آپ لوگ بات کر رہے ہیں نا۔ جی میریضیاء لاگو صاحب آپ لوگ بیٹھیں تشریف رکھیں۔

وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور پی ڈی ایم اے: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس اہم issue پر بولنے کا موقع دیا یہ بہت اہم issues ہے بلوچستان کے لوگوں کا اس سے بہت گہرا تعلق ہے میں سب سے پہلے اپوزیشن لیڈر صاحب نے اپنی تقریر کی میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں بہت سینئر ہیں ہم ان سے رہنمائی بھی لیتے ہیں وہ ہماری راہنمائی بھی کرتے ہیں لیکن اس سے اختلاف رائے رکھنا میرا حق ہے تو میں اختلاف اس کی اس بات سے رکھتا ہوں کہ وہ اپوزیشن کی کرسی اپوزیشن کے پنچر اگر جمہوریت کے ذریعے آئے ہیں تو پوری اسمبلی پوری ہاؤس جمہوریت کے ذریعے سے آئی ہے ملک میں اس ٹائم جمہوریت

زبردست طریقے سے چل رہی ہے دوسرا نصر اللہ زیرے صاحب Honourable Member میرے خیال میں جب حکومت میں رہے ہیں تو صرف ماحول کھانے پینے کا ان کے سامنے رہا ہے۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ گورنمنٹ جو کام کرتی ہے اس کی ذمہ داری عوام کی خدمت بھی ہے ان کو ہر چیز جو ہے اس کو اس نظر میں نظر آتی ہے یہ بیڈی دل کا ایٹو ہے انہوں نے کہا کہ پی ڈی ایم اے سے لے کر زراعت کو دیا گیا، جناب ہم مل کر اس پر کام کر رہے ہیں جو support ایگریکلچر

ڈیپارٹمنٹ کو چاہیے logistic support ابھی بھی ہم نے پی ڈی ایم اے کے بجٹ سے نئے ٹریکٹرز خرید کر ان کو دیئے ہیں اور ان کو جو بھی logistic support ضرورت ہوتی ہے پی ڈی ایم اے اس کے ساتھ ہے اس مشن میں۔ اور اس کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے جس میں جو ہے انہوں نے سامان ڈسٹرکٹ

میں دیا ہے ہم وہ باتیں کریں کہ ہم پاکستان میں رہ رہے ہیں بلوچستان میں رہ رہے ہیں جو دستیاب وسائل ہیں ماشاء اللہ ہم سب پڑھے لکھے ہیں ہمارے ادھر گیلری میں بیٹھے لوگ ہمارے سننے والے بلوچستان کے نوجوان سب پڑھے لکھے لوگ ہیں جن کو ہم آواز بلند کر کے چیخ کر کے گمراہ نہیں کر سکتے ہیں تو ہمارے بلوچستان کی حکومت کے پاس پاکستان کی حکومت کے پاس جو وسائل دستیاب ہوں گے اسی وسائل سے ہم کام کر سکتے ہیں نہ ہم امریکہ کے وسائل استعمال کر سکتے ہیں نہ ہم یورپ

کے وسائل اس ملک میں استعمال کر سکتے ہیں تو محکمہ زراعت کے پاس جو دستیاب وسائل ہیں اس میں جو مشینری ہے جو ادویات ہیں انہوں نے اسپرے کی دوایاں ہیں اور جو ٹریکٹرز ہیں واٹر ٹینک وغیرہ ڈسٹرکٹوں میں اس کے ساتھ دستیاب ہیں وہ سب انہوں نے وہاں ان کو فراہم کیے ہیں اور جو ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن ہیں سب کے ساتھ یہ وسائل موجود ہیں باقی honourable member حمل کھتی صاحب نے کہا کہ این ڈی ایم اے کے کنٹینرز انہوں نے رکھے ہیں ہر جگہ جناب

وہ بلوچستان حکومت کی تجویز نہیں ہے وہ این ڈی ایم اے چاروں صوبوں کو دے رہی ہے تو جب بلوچستان کے کوٹے کا حصہ بلوچستان کو دیا گیا ہم اس کو وصول کریں گے واپس اس کو کر نہیں سکتے کیونکہ یہ بلوچستان کے لوگوں کا حق ہے کہ وہاں سے وہ بھیج رہے ہیں باقی نصیر شاہوانی صاحب ماشاء اللہ بہت زمینداروں کے بارے میں کہا

اور وہ زمیندار ایکشن کمیٹی کے صدر بھی ہیں ان کی بہت بڑی جدوجہد بھی ہے زمینداروں کے لیے اور میں خود بھی اس کے ساتھ شامل رہا ہوں جو ان کے بجلی کے حوالے سے یا زمینداروں کے حوالے سے باتیں ہیں بالکل صحیح ہیں یہ مسئلے مسائل ہمارے زمینداروں کو بھی درپیش ہیں اس کے لیے اس اسمبلی میں جتنی اچھی باتیں انہوں نے

کیں اچھی تجاویز انہوں نے دیئے ہیں ان سے بھی یہ request کرتا ہوں کہ پارلیمانی لیڈر ہیں اپنی پارٹی کے۔ یہ ہمارے جو فیڈرل کے مسئلے ہیں وفاقی حکومت کے

مسائل سے زمینداروں کو بھی مسئلے ہیں زمینداروں کو بھی زمینداروں کے لیے اور میں خود بھی اس کے ساتھ شامل رہا ہوں جو ان کے بجلی کے حوالے سے یا زمینداروں کے حوالے سے باتیں ہیں بالکل صحیح ہیں یہ مسئلے مسائل ہمارے زمینداروں کو بھی درپیش ہیں اس کے لیے اس اسمبلی میں جتنی اچھی باتیں انہوں نے

کیں اچھی تجاویز انہوں نے دیئے ہیں ان سے بھی یہ request کرتا ہوں کہ پارلیمانی لیڈر ہیں اپنی پارٹی کے۔ یہ ہمارے جو فیڈرل کے مسئلے ہیں وفاقی حکومت کے

مسائل سے زمینداروں کو بھی مسئلے ہیں زمینداروں کو بھی زمینداروں کے لیے اور میں خود بھی اس کے ساتھ شامل رہا ہوں جو ان کے بجلی کے حوالے سے یا زمینداروں کے حوالے سے باتیں ہیں بالکل صحیح ہیں یہ مسئلے مسائل ہمارے زمینداروں کو بھی درپیش ہیں اس کے لیے اس اسمبلی میں جتنی اچھی باتیں انہوں نے

بھی نہیں کرنی چاہیے مزید گورنمنٹ کو بھی تجویز ہے کہ اس سلسلے میں مشترکہ طور پر بالکل جدوجہد کریں اپنے زمینداروں کے لیے اور واپڈا کی بالکل کمیاں ہیں واپڈا کی خامیاں ہیں اس میں جو ہے فیڈرل گورنمنٹ کو Steps لینے ہیں تو اس میں مشترکہ طور پر ہم جائیں گے وہاں بھی ملیں گے ان سے زمینداروں کے مسئلے پر وہ ہماری مشترکہ جدوجہد ہونی چاہیے تو باقی دوستوں نے باتیں کی کورونا کے حوالے سے وہ نصر اللہ زیرے صاحب کو بہت اچھی طرح پتہ ہے کہ گورنمنٹ نے ماشاء اللہ جو اقدامات کیے اور جتنے اچھے اقدامات کیے وہ ماشاء اللہ پورے پاکستان کے سامنے ہیں حکومت بلوچستان نے جس طرح اس مشن کو پورا کیا۔ بہت مہربانی آپ کا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی مسٹر دیش۔

جناب دیش کمار: جناب اسپیکر! یہ میں بتا رہا ہوں کہ ایک portfolio ایک جو ہے public inform دیتا ہے کہ پاکستان سے پاکستان کی سلیمت کے خلاف ایک سازش کی جارہی ہے یہاں پر ایک مذہبی ایشو ہے جناب اسپیکر! کچھ عرصے سے اسلام آباد میں ایک مندر کے مسئلے پر بہت بڑا وہور ہا ہے اس مندر کے مسئلے پر اتنی توہین ہو رہی ہے ہمارے مذہب کے حوالے سے۔ اور عجیب عجیب قسم کے ہمارے دیوی، دیوتاؤں کے کارٹون پیش کیے جا رہے ہیں سوشل میڈیا پر۔ جناب اسپیکر! یہ بلوچستان گواہ ہے ہمارے مولوی حضرات گواہ ہیں ہمارے دوست گواہ ہیں جب کبھی یورپ میں کسی نے توہین مذہب کی ہے تو سب سے پہلے ہمارے کرسچن برادری نے یہاں پر اس کے مذمت کی ہے اور فرنٹ لائن پر آ کر کہا کہ انہوں نے غلط کیا ہے جب کبھی انڈیا میں مسلمانوں پر ظلم ہوا ہے یا بامبری مسجد کا واقعہ ہوا ہے تو بلوچستان کے ہندو پاکستان کے ہندو سب سے فرنٹ لائن پر آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ بہت ہی ناجائز ہوا ہے اور بہت ہی غلط ہے جس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی اور ہم فرنٹ لائن پر تھے جناب اسپیکر میں آپ کو بتا دوں کہ یہ جو 5th generation war ہے ہمارا دشمن ہمارا دشمن جو ہے وہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں جو ہمارے مذہبی حلقے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں ہمیشہ اقلیتی برادری کے ساتھ ہوتے ہیں مگر چند شرپسند عناصر ایک چھوٹے سے issue کو اتنا بڑا بنا کر وہ ایسے پھیلا نا چاہتا ہے پوری دنیا میں کہ پاکستان میں اقلیتوں کو کوئی مذہبی آزادی حاصل نہیں۔ مگر میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ ان کے یہ عزائم خاک میں مل جائیں گے جناب اسپیکر! آپ کو بتا دوں کہ آج یہ جو کہہ رہے ہیں کہ مندر کے لیے یہ actually آج سے 10-15 سال پہلے شمشان گھاٹ کے لیے وہاں پر یہ جگہ الاٹ کی گئی تھی آج مجھے آپ بتائیں شمشان گھاٹ جب بنتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہمارے مذہبی عبادت گاہ بھی بنتی ہے یہ شمشان گھاٹ تھا۔ اب کیا جو وہاں پر اسلام آباد میں ہندو ہیں کیا وہ آخری رسومات کے لیے کوئٹہ آئیں کیا وہ کراچی جائیں یا کئی اور جائیں اسلام میں بھی یہی ہے کہ ہر جگہ پر ان کو اپنے مذہبی حقائق کے حوالے سے ہر چیز ان کو آزادی حاصل ہے اور مجھے فخر ہے کہ ہمارے ہائی کورٹ اسلام آباد نے بھی ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ اور یہ چیز اب اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی ہے وہ بھی مجھے پتہ ہے کہ حق اور میرٹ پر وہ فیصلہ کریں گے میں جناب آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ سازش تب کی گئی ہے۔ جب امریکہ نے کہا ہے انڈیا کو کہ وہاں پر مذہبی اقلیتوں کو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House

جناب دیش کمار: مذہبی اقلیتوں کو آزادی حاصل نہیں ہے اس حوالے سے اب ایک سازش رچائی جا رہی ہے وہ کہا جا رہا ہے کہ جی ہم اس چیز کو پھیلائیں مگر مجھے فخر ہے کہ ہمارے لیے بہت سے علماء اکرام بھی آگے ہیں۔ مجھے فخر ہے مولانا فضل الرحمن صاحب پر اس دن بلاول ہاؤس سے باہر نکلے ہیں تو اس حوالے میں انہوں نے ہمیں کہا کہ جی یہ فتح کیا گیا علاقہ نہیں ہے یہاں پر اقلیتوں کو بھی وہی حقوق ہیں جو دوسروں کو حقوق حاصل ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی ہے بہت سے لوگوں پر جنہوں نے یہ کہا ہے کہ جی ہم اقلیت برادری کے ساتھ ہیں اور مجھے فخر ہے اپنے دوستوں پر۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے باچا خان کی پارٹی ہے جو خان عبدالصمد خان کی پارٹی ہے وہ بھی کہیں کہ ہم اقلیتوں کے حقوق کے علمبردار ہیں ہمارے مولوی حضرات بھی کہیں کہ ہم اس سازش کو ناکام بنائیں گے۔ اقلیت ہم سے ہیں۔ ہم اقلیت سے ہیں۔ اور مجھے فخر ہے کہ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ جو اگر کسی ایک غیر مسلم کے ساتھ زیادتی کریگا تو روز قیامت کے دن میں ان کا وکیل ہوں گا۔ تو اس سے زیادہ ہمیں کوئی مذہبی آزادی نہیں چاہیے۔ اور مجھے فخر ہے کہ حضور پاک ﷺ پر جب ایک بڑھیا کچرہ پھینکتی تھی وہ غیر مسلم تھی تو وہ ان کے مزاج پر سی کرنے گئے تھے اتنی برداشت والا اتنا۔ اور ہر چند یہ کہ جو شیطان لوگ ہیں وہ اس چیز کو پھیلا کر پوری دنیا میں اگر پاکستان کو بدنام کرنا چاہے ہیں تو میں آپ کے توسط سے بول رہا ہوں کہ وہ ناکام ہوں گے اور وہ اپنا جو ہے جو ایجنڈا ہے غیر ملکی ایجنڈا ہے اس کے ساتھ مرجائیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مسٹر دیش۔ جی اصغر صاحب آپ بات کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سب سے زیادہ بات آپ اپوزیشن والے کرتے ہیں۔

جناب اصغر علی ترین: ریکورڈیشن اجلاس اپوزیشن کی طرف سے جمع ہوئی۔ پہلے اپوزیشن والے بات کریں گے پھر گورنمنٹ کی طرف سے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مجھے اسمبلی چلانے کا طریقہ آتا ہے۔ آپ سے میں نہیں پوچھوں گا کہ مجھے اسمبلی کیسے چلانی ہے۔ بس To the point بات کریں۔ ٹڈی دل پر بات کریں بس مہربانی۔

جناب اصغر علی ترین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب کہ آپ نے ہمیں بھی موقع فراہم کیا غلطی سے۔ جناب اسپیکر صاحب! نومبر میں ٹڈی دل

کا جو حملہ ہوا بلوچستان کے مختلف اضلاع میں۔ ہمارے اپوزیشن کے ممبران نے نشاندہی کی۔ جیسے کورونا کی ایک وباء آنے سے پہلے ہمارے اپوزیشن ممبران نے

گورنمنٹ کو نشاندہی کی جسکو سنجیدہ نہیں لیا گیا۔ جسکو ہنسی مذاق میں لیا گیا۔ اور آج یہ وباء پورے ملک، پورے پاکستان، پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آگئی بالخصوص

پاکستان۔ اس طرح ٹڈی دل کا جو ایک سلسلہ شروع ہوا۔ ہمارے ممبران نے اسکی نشاندہی کی۔ لیکن آپ بد قسمتی سمجھ لیں کہ حکومت نے اسکو آسان لیا جسکی وجہ سے آج

زمیندار پریشان ہیں۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کا بالخصوص پشتون بیلٹ اور کچھ بلوچ بیلٹ ہیں ہمارے۔ انکا تمام روزگار زراعت پر مشتمل ہے۔ جناب اسپیکر! اگر میں

اپنے ضلع کی بات کروں تو ہمارا 80 فیصد جو روزگار ہے وہ زراعت پر مشتمل ہے۔ جب یہ ٹڈی دل کا حملہ ہوا تو یقین کریں عید کے دن والے لوگ بھی ہمارے پاس

آئے۔ ہمارے گھر پر آئے اور یقین کریں بڑے پریشان تھے کہ ہم چار، چھ مہینے سے رو رہے تھے کہ ٹڈی دل کا زراعت پر حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے

باغات، فصلات پر حملہ ہونے والا ہے۔ اور آپ مہربانی کریں کچھ تدابیر ہمیں بتائیں۔ ہماری مدد کریں تاکہ ہم اپنے باغات کو بچا سکیں۔ جناب اسپیکر! حکومت تو

نوکریاں دینے سے رہی۔ جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں ڈگری ہولڈرز ہیں وہ بیروزگار بیٹھے ہوئے ہیں۔ فیکٹریاں، ملیں تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ کارخانے ہمارے پاس نہیں

ہیں۔ رہ گئی زراعت وہ بھی اپنی مدد آپ کے تحت لوگ لگے ہوئے ہیں اپنے بچوں کیلئے رزق حلال کمانے کیلئے۔ لیکن اس طرح کے حملے۔ جس طرح ٹڈی دل کا حملہ ہوا۔

یقیناً جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کو حلفاً کہتا ہوں کہ ہم گئے۔ ہم نے وہاں باغات visit کیئے۔ ایک ایک گاؤں کے دورے کیئے۔ کچھ سیب جو لگے ہوئے تھے

وہ دکھائے گئے ہمیں۔ آپ یقین کریں اسکو ٹڈی دل نے ضائع کیا۔ اور یقین کریں لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت ٹریکٹر نکالے ہوئے تھے۔ زراعت کا کوئی بیس

لیٹر دوائی، کوئی پندرہ لیٹر دوائی، کوئی پچیس لیٹر دوائی اگر اُنکو دی گئی ہو اُس سے وہ فصل بچا نہیں سکے۔ میں زمرک صاحب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے وہاں

visit کیئے۔ خود تشریف لیکر آئے۔ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن کیا زراعت والوں کا ازالہ ہوا؟ کیا کسانوں کا ازالہ ہوا۔ کیا انکو مراعات دی گئیں

ہیں؟ مرض تو اللہ کی طرف سے آ گیا ہے۔ نقصان جو کرنا تھا وہ کر گیا ہے۔ وہ نقصان ہو چکا۔ کیا اسکے بعد گورنمنٹ نے کوئی سبسڈی دی؟ کیا گورنمنٹ نے اس

پر زمینداروں کو رعایت دی؟ جو نقصان ہوا زراعت کا کیا ان کا کوئی ازالہ ہوا؟ نہیں ہوا۔ جناب اسپیکر! ابھی دیکھیں۔ جب زراعت تباہ ہو جائیگی۔ لوگ بے

روزگار بیٹھے ہوئے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگ، ڈگری ہولڈر لوگ بے روزگار بیٹھے ہیں۔ یہ منشیات کا کاروبار بھی کریں گے۔ یہ چوری بھی کریں گے یہ ڈاکہ بھی ڈالیں گے۔

یہ سب کچھ کریں گے۔ جناب اسپیکر صاحب! حکومت کی کیا پالیسی رہی ہے؟ کیا حکمت عملی رہی ہے حکومت کی؟ یعنی یہاں پر جو ٹڈی دل کا حملہ ہوا کروڑوں کانہیں

ارہوں کا نقصان ہوا ہے۔ جس کی فصل، جسکے باغات پچاس لاکھ کے بکنے تھے وہ دس لاکھ کے بکیں گے۔ اور جس کے کروڑوں کے بکنے تھے وہ پچیس لاکھ، بیس لاکھ کے

بکیں گے۔ اور اس کے اخراجات کتنے ہیں؟ پانی کا کتنا خرچہ ہے۔ اسپرے کا کتنا خرچہ ہے؟ جو بیرو یا کھاد دینے جاتے ہیں باغات کو اُس کا کتنا خرچہ ہے۔ جو لیبر وہاں لگی

ہے اُس کا کتنا خرچہ ہے؟۔ وہ جو دن رات اُس فصل، اُس باغات کے محنت میں لگے ہیں۔ اسکو پالنے کیلئے یا اُس کو مارکیٹ تک پہنچانے کیلئے، اسکا خرچہ کون دے گا؟ اُسکو

باقاعدہ پیننگ کرنے کیلئے کانٹوں میں، کریٹوں میں اُسکا خرچہ کون دے گا؟ یہ تو نقصانات ہو گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! بتائیں صوبائی حکومت۔ صوبائی حکومت کوئی

حکمت عملی تیار کی ہے؟ اس زراعت کا، اس کسانوں کا جو نقصان ہوا ہے اسکے ازالے کے لئے گورنمنٹ نے کوئی پالیسی بنائی ہے؟ کیا گورنمنٹ کے پاس کوئی جواب

ہے کہ اس کیلئے ہم نے یہ پالیسی رکھی ہے۔ یہاں تو اربوں روپوں کا بجٹ پیش کیا جاتا ہے کہ بھائی جان آپ کو ایڑا ایمبولینس دیں گے۔ آپکو سی ایمبولینس دیئے۔ لیکن

یہاں نہ بجلی ہے نہ پانی اور نہ گیس ہے۔ ہماری زراعت تباہ ہو رہی ہے۔ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ یہ خام خیالی کب تک چلے گی جناب اسپیکر صاحب؟ یہ کب تک

لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکیں گے۔ یہاں پر اربوں روپوں کا بجٹ پیش ہوا ہے۔ آپ ہسپتال میں جائیں وہاں دوائی نہیں ہے۔ آپ اسکول میں جائیں

بتائیں پشین شہر یہاں سے تیس کلومیٹر دور ہے۔ شہر کے اندر پانی کی قلت ہے جناب اسپیکر! دیہات کو آپ بھول جائیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے ڈیڑھ ارب روپے دیئے پشین کو۔ کدھر دیئے؟ روڈوں کی مد میں دیئے ہیں۔ روڈ ہم نے کیا کرنے میں؟ جب ہمارے پاس پینے کیلئے پانی نہیں ہے۔ جب ہمارے پاس ادویات نہیں ہیں۔ جب ہمارے پاس اسکولز نہیں ہیں۔ جب ہمارے پاس تعلیم یافتہ لوگ بے روزگار ہیں۔ ہم نے سڑکوں کا کیا کرنا ہے۔ ہم نے روڈز کا کیا کرنا ہے۔ ہمارے پاس بجلی نہیں ہے۔ ہمارے پاس گیس نہیں ہے۔ ہم نے کیا کرنی ہیں سڑکیں؟ جناب اسپیکر صاحب! اس ٹڈی دل کی وجہ سے کروڑوں، اربوں روپوں کا نقصان ہوا ہے۔ کیا پالیسی ہے؟ یہ ایک ملخ (ٹڈی) اسی سے سوانڈے دیتی ہے جناب اسپیکر! اور وہ انڈے اس طرح دیتی ہے کہ پہلے وہ کھڈا کھودتی ہے۔ اُس کھڈے میں انڈے دیتی ہے۔ پھر وہ اس پر مٹی ڈالتی ہے۔ اُسکے اوپر آپ مزید اسپرے کریں۔ وہ اسپرے ناکارہ جاتی ہے۔ اُس کی پرورش ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اسپرے کا اثر اُس مٹی کے اندر نہیں جاتا۔ پھر ہمارے علاقوں میں بالخصوص تورہ شاہ، ملک یاران علاقوں میں۔ زمرک صاحب کو پتہ ہے۔ انہوں نے visit کیئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت خندق کھود دیں کہ ملخ (ٹڈی) کا رُخ اس طرف آ رہا ہے۔ نہ ہمارے پاس اسپرے کی سہولت ہے نہ ہمارے پاس دوائیاں ہیں۔ زراعت نے دوائی دیں ہونگیں۔ جو انکے بس میں تھا انہوں نے کیا ہے۔ فیض اللہ شاہ صاحب ہے۔ وہ ہم سے رابطے میں رہے۔ لیکن اتنے بڑے باغات کو جہاں لوگوں کے اربوں روپوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ یہ کوئی سو، دوسو، چار سو، چھ سو لیٹر سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت خندقیں کھودیں۔ اور اُس سے اپنے فصلات کو تقریباً بچا لیا ہے۔ جو تباہ ہونے تھے وہ تباہ ہو گئے۔ جو بچنے تھے وہ بچ گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! اس زراعت والوں کا ازالہ کیا جائے۔ انکو سبسڈی دی جائے۔ انکے نقصانات کا ازالہ کیا جائے۔ اگر ہم اس سٹیج پر زراعت کو، کسان کو لاوارث، بے روزگار، بے یار و مددگار چھوڑیں گے تو جناب اسپیکر! یہ شخص، پھر یہ لوگ روڈ پر ہونگے۔ یہ سڑکوں پر ہونگے۔ یہ لوگ پھر بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہم نے کونسی پالیسی بنائی جناب اسپیکر؟ ہم نے ایک سفید پوش آدمی، ایک سفید ریش آدمی، ایک معتبر آدمی کو بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔ اسٹاک آپ کیسے آپ کا کس طرف چل رہا ہے۔ ڈالر کہاں تک پہنچ گیا ہے؟ امپورٹ، ایکسپورٹ آپ کا کدھر ہے؟ بارڈر کی حالت دیکھیں۔ بارڈر میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ ہو کیا رہا ہے اس ملک کے ساتھ اور بالخصوص صوبے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ہے کوئی اس کا مالک؟ ہے کوئی جواب دینے والا؟ یہاں ہم دو سال، ڈھائی سال تقریریں ہم کرتے جا رہے ہیں۔ سخت سے سخت بات بھی کہیں۔ نرم سے نرم باتیں بھی کہیں۔ لیکن وہ تسلی دینے والی باتیں ہو گئیں کہ بھائی عملدرآمد کوئی نہیں ہے۔ output کوئی نہیں ہے۔ بس ہم دیواروں سے باتیں کر رہے ہیں۔ تقریریں کر رہے ہیں بات ختم۔ جناب اسپیکر صاحب! دو سولین ڈالر جو آئے ہیں۔ آیا بلوچستان کو اس میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ آیا زراعت کے محکمے کو صوبائی گورنمنٹ نے کوئی پیکیج دیا ہے کوئی پیسہ دیا ہے؟ اگر میں انجینئر زمرک صاحب کے پاس جاتا ہوں یقیناً ہمارے colleague ہیں۔ ہماری عزت کرتے ہیں۔ جب بھی ہم گئے ہیں۔ اگر انکے ہاتھ میں کچھ ہوگا تو یہ ہمیں دینگے۔ کوئی پالیسی گورنمنٹ بنائے گی۔ کوئی انکا حوالہ دیکر زراعت کے حوالے سے، ٹڈی دل کے حوالے سے تو یہ ہمیں مطمئن کریں گے۔ جب ایک آنہ آپ نہیں دینگے انکو۔ پہلے آپ نے P.D.M.A کو دیئے۔ کہ جی P.D.M.A ٹڈی دل کو سنبھالیں گے۔ جب پتہ چلا کہ پی ڈی ایم اے ناکام ہو گیا۔ اربوں، کروڑوں روپے ہم نے اُن پر خرچ کیئے۔ colleague کیئے کہ نہیں جی یہ P.D.M.A ناکام نہیں ہے۔ پھر آپ نے اٹھا کر زراعت والوں کو دیئے۔ اب کم از کم اگر اپنے زراعت والوں کو دیئے بھی ہوں تو یہ حالیہ آپ نے ٹاسک دیا ٹڈی دل کا۔ تو کم از کم گورنمنٹ آف بلوچستان کو چاہیے کہ اس محکمے کو کم از کم support تو کریں۔ جناب اسپیکر صاحب! لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت ٹریکٹر نکالے۔ اسپرے کا سامان لائیں اپنی مدد آپ کے تحت انہوں نے اپنے باغات بچائے۔ عید والے دن میں گواہ ہوں اس بات کا کہ عید والے دن بھی یہ لوگ باغات میں لگے ہوئے تھے اور اسپرے کر رہے تھے۔ اور عید والے دن لوگ سینکڑوں کے حساب سے میرے گھر آئے کہ جی ہماری مدد کیجئے۔ تو جناب اسپیکر صاحب! گورنمنٹ آف بلوچستان کو چاہیے کہ وہ ایک پالیسی بنائے زراعت کو پروان چڑھانے میں۔ ان لوگوں کی مدد کیجئے۔ ان کسانوں کی۔ ہمارے ہاں سیب، انگور، ٹماٹر، انار سب کچھ ہے ہمارے پاس۔ ایک تو ملک نصیر صاحب نے بڑی اچھی نشاندہی کی کہ باہر ایران سے، افغانستان سے یہ جو پھل اور یہ فروٹ یہاں پر آرہے ہیں۔ یہ مختصر آٹھ سے دس آدمیوں کا کھیل ہے۔ آٹھ سے دس خاندان جو یہ باہر سے امپورٹ، ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔ انکے آنے کی وجہ سے جو ہمارے زمیندار ہیں انکو کروڑوں، اربوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ پچھلے سال ہمیں یاد ہے۔ ملک نصیر صاحب ہمارے ساتھ تھے۔ ہم لوگ گئے اسلام آباد۔ وفاقی وزیر تجارت سے ملے۔ جام کمال صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ جی میں اسکا پتہ لگا تھا ہوں۔ اب اس کو ڈیڑھ سال

سفر کر رہے ہیں۔ جو پریشانی میں ہیں۔ جو دن رات اپنے نصلوں، باغات میں لگے ہوئے ہیں۔ انکو کم از کم انکا صلح تو دیا جائے۔ انکا صلح تو کم از کم انکو ملیں۔ اور صوبائی گورنمنٹ کو چاہیے کہ بھائی جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے ٹڈی دل کے حوالے سے۔ انکو مراعات دی جائیں۔ انکو support دیا جائے۔ انکو رقم دی جائے۔ جناب اسپیکر! کوئی پالیسی تو بنائیں۔ جناب اسپیکر صاحب! کیا ہم نے ٹڈی دل کے حوالے سے جو نقصانات ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس بہت سے options ہیں۔ گورنمنٹ بجلی کے بل بھی معاف کر سکتی ہے۔ بجلی کا وقت بھی بڑھا سکتی ہے۔ اور سہولیات بھی دے سکتی ہے۔ بہت سے ایسے options ہیں کہ آپ کسانوں کو مطمئن کر سکتے ہیں ریلیف دے سکتے ہیں اگر آپ کرنا چاہیں۔ اگر آپ کرنا چاہیں۔ اور اگر آپ کرنا چاہیں تو پھر آپ نہیں کر سکتے۔ تو لہذا میری یہ صوبائی گورنمنٹ سے، اور زمرک خان اچکزئی سے بالخصوص یہ اپیل ہے کہ کسانوں کو بلایا جائے۔ انکے مشکلات کو دیکھا جائے اور انکا ازالہ کیا جائے۔ اور بالخصوص جنکا نقصان ہوا ہے کروڑوں کا نہیں اربوں کا۔ انکا ازالہ کیا جائے۔ دوسری جناب اسپیکر صاحب بجلی کے حوالے سے ہم بات کرتے ہیں۔ ٹوٹل بلوچستان کو جو بجلی درکار ہے وہ اٹھارہ سو میگا واٹ ہے۔ یہ اٹھارہ سو میگا واٹ میرے خیال سے ایک فیصل آباد پنجاب میں ایک شہر ہے۔ ایک ضلع ہے اسکے برابر ہے۔ پنجاب کے ایک ضلع کے برابر پورا بلوچستان جس کا رقبہ کم از کم 48.45 پرسنٹ کم از کم ہے پاکستان کا۔ ہمیں بجلی نہیں ملتی ہے سات سو سے آٹھ سو میگا واٹ۔ اور اسکی ڈسٹری بیوشن کیسی ہوتی ہے؟ کسی کو چھ گھنٹے، کسی کو آٹھ گھنٹے، کسی کو بارہ گھنٹے۔ جناب اسپیکر صاحب ہم کیسکو چیف کے پاس جاتے رہے ہیں تقریباً ہر مہینہ ہمارا وہاں جانا ہوتا ہے۔ اُنکے پاس جو جاتے ہیں تو ہوکتے ہیں کہ ہمیں یہ بتایا جائے کہ کیا صوبائی گورنمنٹ ہماری قرضدار ہے۔ بلکل ہے جی۔ تو صوبائی حکومت ہمیں پیسے کیوں نہیں دے رہی ہے۔ اگر گورنمنٹ لسبیلہ کیلئے payment دے سکتی ہے۔ بجلی کی مد میں پیسے دے سکتی ہے۔ تو کیوں پشین، چمن، قلعہ سیف اللہ، مستونگ، قلات، خضدار یہ کیوں نہیں دے سکتی ہے۔ کیا اس ڈھائی سال میں صوبائی حکومت نے کوئی میٹنگ کی ہے وفاقی حکومت کے ساتھ بجلی کے حوالے سے۔ جناب اسپیکر صاحب! اگر کوئی شخص جاتا ہے دکان میں کوئی سود لیتا ہے۔ اور وہ بغیر پیسہ یہ سود اپنے گھر لے کر آتا ہے۔ ایک دفعہ نہیں دس دفعہ نہیں چار سو دفعہ۔ تو کیا خیال ہے وہ دکان بھرے گا یا خالی ہوگا۔ ہم یہاں بجلی استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن ہماری گورنمنٹ بل نہیں دے رہی ہے اسکا۔ اور لمبہ سارا کیسکو پڑھتی ہے۔ آپ کیسکو پر کیوں ڈال رہے ہیں؟ آپ نے کوئی میٹنگ کی وفاق کے ساتھ؟ کیا وفاقی سیکرٹری صاحب کے ساتھ میٹنگ ہوئی ہے۔ وفاقی وزیر سے آپکی میٹنگ ہوئی ہے؟ جب سردی آتی ہے تو ہم گیس کارڈ ناروتے ہیں کہ بھائی گیس نہیں ہے۔ پریش نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! صوبائی حکومت کو چاہیے کہ وہ وفاقی حکومت کے ساتھ بیٹھے۔ ہم جب بھی گئے ہیں کیسکو چیف کے ساتھ۔ ہمیں positive response ملا۔ ہمیں قائل کیا گیا ہے۔ اور ہمیں کہا گیا ہے کہ بھائی اتنے تک آپ بل جمع کر دیں پھر بھی ہم آپکو دو گھنٹے، چار گھنٹے، چھ گھنٹے، دس گھنٹے بجلی دیں گے۔ بارہ گھنٹے ہم دیں گے۔ اور اُنکا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم دیہات میں آپکو چوبیس گھنٹے بھی بجلی مہیا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس بجلی کی کمی نہیں ہے۔ ہمارا جو مسئلہ ہے وہ ہمارے پیسوں کا ہے۔ ہمارے بقایا جات کا ہے جو کہ due صوبائی حکومت نے بھی دینے ہیں اور وفاقی حکومت نے بھی دینے ہیں۔ ہمیں dues ملیں ہم آپکو 24 گھنٹے بجلی دیں گے۔ ہم نے اپنی عوام کو، اپنے لوگوں کو اذیت میں مبتلا کیا ہے جناب اسپیکر! یہ جون، جولائی، اگست یہ 3 مہینے میزن کے ہوتے ہیں۔ یہی دن ہیں کسان کی کمائی کے۔ اور وہ یہ ہے کہ بجلی گئی، بجلی آئی، وولٹیج (voltage) کم ہے۔ وولٹیج زیادہ ہے۔ آج چھ گھنٹے ہیں آج تین گھنٹے ہیں، ٹرانسفارمر repair نہیں ہوا ہے۔ یہ کب تک چلے گا جناب اسپیکر صاحب؟ ہم یہاں ایئر ایجو لینس کی بات کر رہے ہیں یا اربوں کا بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ اور اتنے نالائق ہے کہ ہم لوگ کسانوں کو بجلی نہیں دے سکتے ہیں۔ اپنے عوام کو بجلی نہیں دے سکتے ہیں۔ online کلاسز کی باتیں ہو رہی ہیں کہ جی online کلاسز شروع کریں گے۔ online classes تب شروع ہونگے جب بجلی ہوگی۔ جب نیٹ کی سہولیات ہوگی۔ جب کوئٹہ شہر میں 8 یا 9 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوگی تو پھر خاک online کلاسز ہونگیں۔ جناب اسپیکر! حکومت کو چاہیے کہ اس پر سنجیدہ ہو۔ اور اس پر کام کیا جائے۔ ہم جناب اسپیکر! ہمیشہ نشاندہی کرتے ہیں۔ اور ہر اس کام کی جس سے عوام کو فائدہ ہو۔ ہمارا گرڈ اسٹیشن ڈب خانیزئی میں۔ جب پہلا بجٹ پیش ہوا تب ہم نے گورنمنٹ سے request کی کہ بھائی اسکو upgrade کریں۔ یہ بتیس کے وی ہے۔ آپ اسکو ایک سو بتیس کریں۔ اس سے کم از کم پشین کے 60 سے 70 فیصد لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ نہیں کیا گیا۔ دوسرا بجٹ تیار ہوا پھر ہم نے request کی۔ بھائی یہ ہمارے مفاد کا نہیں یہ عوام کے مفاد کی نوعیت کا مسئلہ ہے، اُس میں بھی نظر انداز کیا گیا۔ میرے خیال میں تیسرے بجٹ میں اس طرح ہوگا اور چوتھے بجٹ میں بھی اس طرح ہوگا۔ جناب اسپیکر صاحب! جو عوام کے مسائل ہیں کم از کم اس میں سنجیدگی دکھائیں اور بالخصوص زمرک صاحب سے میری

ہے لوڈ شیڈنگ کا۔ ٹرانسفارمر خراب ہونے کا۔ لائن خراب ہونے کا۔ بالخصوص اس پر یہ وفاقی حکومت کے ساتھ بیٹھیں اپنے dues ادا کریں۔ ان کے حساب میں جو پڑھ رہا ہے صوبائی حکومت کو وہ کیسکو کو ادا کریں تاکہ عوام اس اذیت سے کم از کم نکل سکیں۔ شکر یہ جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ اصغر ترین صاحب۔ زمرک اچکڑی صاحب۔ اس کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔ وزیر محکمہ زراعت کو آپریٹو: اسپیکر صاحب میں نے گاؤں جانا ہے، اگر سننا ہے ٹھیک ہے، نہیں تو میں نکل جاؤں گا۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: ناں ناں آپ بات کر لیں۔

وزیر محکمہ زراعت کو آپریٹو: میں نے اُن کو بھی request کی۔ میں 12 بجے تک بھی بیٹھ سکتا ہوں، میں 2 بجے تک بھی بیٹھ سکتا ہوں لیکن میری ایک ایمر جنسی ہے آپ اُس کو نہیں دیکھتے ہو۔ وہی باتیں اگر دوبارہ اگر کرنی ہیں، میں بیٹھ جاؤں گا بس آپ لوگ بہتر جانتے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔۔۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! میں یہ اس لئے نہیں کہتا ہوں کہ مجھے تقریر اسی لئے کرنی ہے کہ بس میں اُٹھ جاؤں اور بس بات کر کے نکل جاؤں۔ اپنے دوستوں کو سننے کے بعد میں نے کہا وہی باتیں جو repeat کرتے ہیں اور اسی پر ہم دوبارہ بات کرتے ہیں تو یہ ہے کہ ذرا وقت کی بھی بچت ہوگی۔ اور ہم اپنے مقصد کی بات بھی کر سکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہاں پر جتنے بھی ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ جتنے بھی stakeholders ہیں بلوچستان سے، مختلف پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے۔ میرے خیال سے سب کے دل میں یہی بات ہوگی کہ وہ اپنی عوام کیلئے کام کریں اور اس صوبے کے لئے کام کریں۔ اس میں کوئی ایسا ممبر نہیں ہوگا کہ وہ یہ چاہے گا کہ جی ہم بلوچستان کی ترقی نہیں چاہتے ہیں۔ آئین منشور ہوتا ہے ہر ایک پارٹی کا۔ ایک پارٹی کے اپنے پروگرام کے تحت وہ کام کرتے ہیں۔ اگر یہاں سامنے بیٹھے ہوئے بی این پی مینٹل، جمعیت علماء اسلام، پشتونخوا ملی عوامی پارٹی۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے بی اے پی پارٹی، تحریک انصاف ہے۔ یہاں پر عوامی نیشنل پارٹی ہے، یہاں پر ایچ ڈی پی بی این پی عوامی ہے، تو یہ سب اسی مٹی، اسی صوبے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ اور منتخب ہو کر یہاں پر پہنچے ہوئے ہیں۔ مختلف ادوار میں ہر پارٹی نے یہاں پر گورنمنٹ کی ہے کسی نہ کسی صورت میں۔ کسی کا چیف منسٹر رہا ہے۔ کوئی اُس گورنمنٹ کا حصہ رہا ہے۔ کوئی اچھی اچھی وزارتوں پر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ جو ہیں بلوچستان کے جو مسئلے ہیں یہ ہم نے ہمیشہ address کیئے ہیں۔ میں اپنی پارٹی کے حوالے سے اس لئے بات کرتا ہوں کہ ہم یہاں پر نظریاتی لوگ بہت نزدیک ایک دوسرے کے سامنے جو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جتنے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تینوں پارٹیوں یا میری پارٹی ہے یا جو بھی پارٹی ہے ہم ایک وقت میں ایک ساتھ کام کرتے تھے ایک پارٹی کی صورت میں کام کرتے تھے۔ ہماری جو یہاں سے growth ہے وہ ایک ہی جگہ ہوئی ہے۔ ہم نے ہمیشہ بلوچستان میں ساحل اور وسائل کی بات کی ہے۔ ہم ابھی بھی ساحل اور وسائل کی بات کرتے ہیں۔ ہم کبھی بھی نہیں ٹھیں گے یہاں کی عوام کے حقوق لڑنے کیلئے چاہیے اُس میں ہماری شہادتیں ہوئی ہیں۔ چاہیے اُس میں ہماری جانیں گئی ہیں ہم کبھی نہیں ہٹے ہیں۔ ہمارے بلوچستان کا اصل مسئلہ جو ہے وہ کس چیز پر پیدا ہوا ہے۔ اُس میں زیادہ تر خرابیاں ہمارے وفاق سے ہوتی ہیں۔ جب بھی ہم کہتے ہیں کہ جی اٹھارویں ترمیم میں ہمیں کیا ملا ہے۔ اٹھارویں ترمیم جس صورت میں پاس ہوا ہے۔ اگر ہم لمبی بحث میں جائینگے تو پچاس فیصد اُس پر عمل درآمد ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ اُس میں جو ہمیں کنکرنٹ لسٹ میں۔ جس میں ہم نے پہلے کہا ہے اُس میں ہیلتھ ہو، ایجوکیشن ہو، زراعت ہو، اسمیں مختلف۔ ہم نے کہا ہے کہ چار محکمے فیڈرل کے پاس ہونے چاہیں، وزارت خارجہ، interior Ministry اور جو دوسرے communication اور ایک اور۔ اس کے باوجود فیڈرل ابھی بھی ہم پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ میں اس لئے نہیں کہتا ہوں کہ آج میں منسٹر ہوں تو بلوچستان کے حقوق سے اپنا ہاتھ اٹھا لوں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ہم نے ہمیشہ بات کی ہے اور ہم نے عملی طور پر اُس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہم یہاں بیٹھ کر اس کرسی پر تو ہم بلوچستان کی عوام کو بھول جائیں۔ میں زراعت کا وزیر تھا۔ چاہیے میں ریونیو کا وزیر تھا۔ چاہیے ہم گورنمنٹ میں کسی بھی صورت میں یہاں پر رہے ہیں۔ کچھ چیزیں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ ہم نے اگر گواد کو آباد نہیں کیا تو کس لئے نہیں ہوا ہے۔ کس کی غلطی ہے۔ کیا یہ گواد ابھی بنا ہے؟ اس گواد کا issue جو ہمارے پاس 900 کلومیٹر کوشل ایریا ہے یہ کس نے پسماندگی میں رکھا ہے۔ ہمارا سینڈک کس طرح گیا؟ کیا ریکورڈک یہ دو سال کی باتیں ہیں۔ کیا ہمارے گیس کی رائلٹی، ہمارے کول پر جو قبضہ ہوا ہے۔ ہمارے مائینز پر جو قبضہ ہوا ہے یہ کب سے ہوا ہے؟ یہ آج سے تو نہیں ہوا ہے، اس پر تو ہماری جو ہے 65 سالہ جنگ جاری ہے۔ یہاں پر محرومیاں جو بڑھی ہیں وہ کس لئے بڑھ گئی ہیں؟ میں ابھی بھی اس فلور پر کہتا ہوں کہ ظلم ہو رہا ہے۔ بلوچستان کے ساتھ ابھی بھی ظلم ہو رہا ہے، ہم ابھی بھی کہتے ہیں کہ

خزانہ ہے جس سے ہم پورے پاکستان کا بجٹ دے سکتے ہیں۔ ابھی ہمارے پاس ایک سو ارب روپے جو صرف ڈیولپمنٹ میں ہیں۔ کتنے پر ہم پھیلائیں گے کدھر تک جائینگے۔ ہم تو ایک بجلی کا پاور ہاؤس بھی نہیں بنا سکتے ہیں اس 100 ارب سے۔ میں نے پچھلی گورنمنٹ میں جب میں منسٹر تھا، میں نے اس فلور پر کہا ہے ادھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا دیکھو بلوچستان کو اپنی بجلی خود پیدا کرنی چاہیے۔ ہم کبھی پنجاب سے، کبھی پشتونخواہ سے کبھی سندھ سے۔ کبھی ناؤرگر گئے۔ کبھی اڑائیے گئے۔ کبھی بارش آتی ہے۔ کبھی سیلاب آتا ہے تو اس سے ہماری بجلی ختم ہو جاتی ہے۔ بجلی کہاں سے ملتی ہے۔ پاور ہاؤس آپ کے پاس نہیں ہے۔ پانی آپ کے پاس نہیں ہے کہ آپ پانی سے بجلی پیدا کریں۔ آپ کے پاس کونلہ ہے۔ کونلہ مہنگا پڑتا ہے یا گیس سے آپ جو بجلی پیدا کر سکتے ہیں تو پھر وہ بھی ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ تو ہمارے پاس سورج تو ہے کتنے منصوبے بننے ہیں۔ 15 سال میں میں نے کہا کہ لے آؤ یہ 2 کھرب روپے ہم بجلی کے یہاں پر 3 پاور ہاؤس بناتے ہیں۔ یہاں ایک یارو پر بناتے ہیں، لورالائی، خضدار اور ایک نصیر آباد میں۔ ہم اپنی بجلی خود پیدا کرینگے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم وہاں پنجاب اور پشتونخواہ سے کہتے ہیں کہ آج ہماری بجلی 18 سو سے 9 سو پر آگئی۔ کیوں آئی ہے؟ اس لیے نہیں ہے بجلی وہاں سے کم ہے۔ اور پھر یہاں پر جب آتی ہے۔ ہم نے زمین کو کھود کھود کر پانی کا بیڑہ غرق کر دیا۔ ہم 2، 2 فٹ پر ٹیوب ویلز لگائیں ہوئے ہیں۔ کیا نقصانات ہو رہے ہیں؟ آپ کا ذخیرہ زمین میں کتنا ہے پانی کا۔ اور آپ کتنا پانی نکال رہے ہیں اور آپ کب تک نکالتے رہیں گے۔ جب زمین میں پانی نہیں ہوگا تو ہم کہاں سے لے آئیگی پانی۔ اللہ کی طرف سے بارش ہوگی تو کچھ آئیگا۔ ہمارے کاربڑات خشک ہو گئے۔ کیوں خشک ہو گئے؟ اسلئے کہ بارش نہیں تھی۔ یہ تو قدرت کا ہم پر رحم ہوا ہے کہ پچھلے سال کچھ بارشیں ہوئی ہیں۔ میں ابھی بھی کہتا ہوں گورنمنٹ کے اس فلور پر بیٹھ کر کہ بجلی کا مسئلہ تب ختم ہوگا کہ ہم اپنی بجلی خود بنانے کی کوشش کریں۔ چاہیے اُس پر 2 ارب کا خرچہ آتا ہے چاہیے اُس پر 2 کھرب خرچہ آتا ہے ہم ایک سولر ہاؤس بنائیں گے تو ہماری تو اتنی بجلی نہیں ہے۔ ہمارے پاس کیا ہے؟ فیصل آباد میں جو بجلی چوری ہوتی ہے۔ لاہور کو چھوڑ دو۔ وہاں کی جو فیکٹریاں بجلی چوری کرتی ہیں اُس سے پورا بلوچستان چل سکتا ہے۔ ہمارے پاس تو بجلی کی اتنی چوری نہیں ہے۔ ویسے ہی ہم کہتے ہیں۔ کتنی چوری ہوگی ہمارے بلوچستان میں۔ کتنے کارخانے ہیں آپ کے پاس؟ ایک حب میں 3 یا 4 کارخانے ہیں۔ وہ بجلی مل رہی ہے ہمیں۔ وہ تو وہیں سے مل رہی ہے۔ بلوچستان کو کیا دے رہی ہے واپڈا۔ ہم نے 15 سے 20 فرار دایں یہاں پر پیش کی ہیں کہ جی ہماری بجلی کو پورا کیا جائے۔

(اذان کی آواز۔۔ خاموشی)

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: اسپیکر صاحب! دو منٹ میں اسی پر بات کرتا ہوں، آخر میں میں ٹڈی دل کا پانچ منٹ میں تفصیل دوں گا۔ تو بجلی کا مسئلہ۔ ہمارے ساتھ وفاق سے نا انصافیاں ہو رہی ہیں۔ گیلانی صاحب کے دور میں ہم نے جا کر وہاں اُن سے ملاقات کی جب وہ پرائم منسٹر تھے 2008ء میں۔ سبسڈی اُس وقت زمینداروں نے 6 ہزار دینے تھے۔ یہ 60 اور 40 کے تناسب سے پھر بھی ہم نے کہا کہ ہمیں 1200 میگا واٹ بجلی مکمل دی جائے وہ نہیں دی کیسکو نے۔ یہاں پر ٹھیک ہے ہماری بھی کچھ غلطیاں ہیں۔ ہم بل نہیں دیتے ہیں لیکن بل نہ دینے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ ہمارے زمینداروں کو تباہ و برباد کر دیں۔ کہیں پر فائدہ ہوتا ہے گورنمنٹ کا state یہ ہوتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ جدھر سے آپ کو فائدہ ملتا ہے آپ ادھر کام کرو۔ اور جہاں پر نقصان ہوتا ہے وہاں پر کام نہیں کریں گے۔ جہاں پر آپ کو عوام کو نقصان ہوتا ہے وہاں پر جہاں سے فائدہ ملتا ہے چاہیے وہ پنجاب سے، پشتونخواہ سے یا سندھ سے وہ فائدہ لا کر بلوچستان میں خرچ کرو۔ پی آئی اے کا کرایہ یہاں سے کراچی تک زیادہ تھا اور اسلام آباد سے کراچی تک کم تھا۔ ہم نے کہا کیوں؟ تو کہتے ہیں کہ یہاں مسافر کم ہیں۔ تو میں نے کہا پی آئی اے کو یہاں پر بلوچستان کا خون چوسنا چاہیے۔ تو وہ جو آپ کو فائدہ مل رہا ہے وہاں سے کچھ شیئر یہاں پر ڈال دو۔ ہمارے لوگوں کو تھوڑی سبسڈی دے دو تاکہ پی آئی اے کی ٹکٹیں تو کم مل جائیں۔ نہیں دیتے ہیں تو فیڈرل کا ہے۔ ابھی بھی ہم فیڈرل کے ساتھ لڑ کر یہاں تک آئے ہمارے وزیر اعلیٰ جام کمال صاحب ٹھیک ہے کہ ہم انہیں لائے ہیں۔ جمہوریت میں آپ روڈوں پر بھی نکل سکتے ہو۔ جمہوریت میں آپ دھرنے بھی دے سکتے ہو۔ جمہوریت میں آپ جلوس، جلسے، جیل بھر تو تحریکیں بھی چلا سکتے ہو۔ یہ جمہوریت کا ایک حسن ہے۔ یہاں پر ڈکٹیٹر شپ اگر ہوتی تو آج ایک مہینے تک یہاں لوگ نہیں بیٹھتے۔ ہم نے اُن کو نہیں چھیڑا۔ لیکن ہم نے احتجاج کیا۔ جام صاحب نے فیڈرل میں وفاق سے احتجاج کیا۔ نکل گیا کہ جی ہمارے پی ایس ڈی پی میں ہمارا حق مارا گیا۔ یہاں پر میں نے اور ظہور بلیدی نے پریس کانفرنس کی۔ ابھی بھی ہم اُس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ احتجاج ہوگا پر امن طریقے سے۔ ہم تشدد سے نفرت کرتے ہیں ہم عدم تشدد کے پیروکار ہیں۔ میں تو خود اُس پارٹی

ہے۔ چاہیے ہماری حکومت بی اے پی کی صورت میں ہو۔ چاہیے ہمارے دوسرے اتحادی ہیں جس میں اے این پی بھی ہے۔ ہم نے وفاق سے ابھی بھی اپنا مطالبہ کیا ہے۔ ہم پاکستان کے اس حدود میں رہتے ہوئے اپنے حقوق کی بات کرتے ہیں جناب اسپیکر صاحب! ہم بلوچستان کے حقوق پر کبھی سودا بازی نہیں کریں گے۔ یہاں پر چاہیے پشتون ہو، بلوچ ہو، ہزارہ ہو، سیٹلر ہو جو بھی آباد ہیں ان کے حقوق ہم لیکر رہیں گے۔ چاہیے ہم اس سیٹ پر بیٹھے ہوں چاہیے ہم اُس سیٹ پر بیٹھے ہوں۔ اسی لئے ہمارا یہی مقصد ہے لیکن یہاں پر کچھ چیزیں چاہیے وہ ہیلتھ میں ہو رہے ہیں چاہیے ایجوکیشن میں ہو رہے ہیں ہماری ساری سفارشاتیں یہ ہیں کہ ہمارے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہمیں کوئٹہ میں بٹھاؤ۔ ہمارے ایجوکیشن کے ماسٹر کیا کرتے ہیں؟ عیوضی اپنے آپ کو رکھا ہے۔ اس میں کس کا قصور ہے؟ اس میں گورنمنٹ کا قصور ہے یا ہمارے اُس سوسائٹی کا قصور ہے۔ جو ہمارے گاؤں میں اسکول ہیں ان کے teacher آدھی، آدھی تنخواہ پر دوسرے لوگوں کو رکھ کر خود کاروبار کرتے ہیں۔ تھوڑا ان چیزوں کو تو دیکھنا چاہئے۔ اس system کو ہمیں مل کر بنانا ہوگا۔ میں کہتا ہوں یہ غلط ہے۔ کتنے لوگوں کو suspend کرو گے؟ ناکو گے تو یہیں سے شور اٹھے گا۔ یہیں روڈ پھر بھرے ہونگے کہ جی ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ یہی یونین پھر باہر نکلیں گے۔ ابھی میں ان سے ملا چاہے وہ QESCO والے ہوں چاہے education والے، چاہے health والے کہ بھائی system کو تو آپ لوگ آکر ٹھیک کرو۔ ڈاکٹروں کو تو چاہے کہ گاؤں میں جا کر اپنی duty کریں۔ ان غریبوں کا علاج کریں جو یہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ کوئٹہ تک کتنے لوگ پہنچیں گے تو بہ کاکڑی سے تو بہ اچکڑی سے، گوادر سے، تربت سے کتنے لوگ پہنچیں گے؟ اُدھر کے ہسپتالوں میں کتنے ڈاکٹر ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ کتنے teachers صحیح طریقے سے duty دے رہے ہیں؟ اُنکو دینا چاہیے۔ اُنکو اپنے بچوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لیے تو کہتے ہیں کہ پھر یہ ایجوکیشن پچاس حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ کاروبار بن گیا۔ profetional حیثیت لی انہوں نے۔ ہمارے پاس وہ ادارے نہیں جو ہم اپنے بچوں کو پڑھا سکیں جو لاہور میں ہیں۔ جو اچکی سن ہے۔ جو مری میں ہیں۔ اسی لیے تو ہم لوگوں کا تعلیمی نظام نیچے جا رہا ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اس پر پیسے خرچ ہوں اور اُس کو بہتر طریقے سے بنائیں۔ لیکن پیسے خرچ ہو رہے ہیں اور لوگ ڈیوٹیاں نہیں کر رہے ہیں۔ پھر قصور کس کا ہے؟ پھر قصور حکومت کا ہے۔ ٹھیک ہے state تو کر لے گی۔ لیکن اس کو ہم نے سنبھالنا ہے طریقے سے۔ یہ چیزیں کچھ ہم لوگ باتیں کرتے ہیں۔ تقریر تو میں اچھا کر سکتا لیکن عملدرآمد کیسے ہوگا؟ وفاق کے ساتھ مل کر ہم اپنا حق لیتے ہیں۔ حق میں پشتونخواہ، سندھ یا پنجاب کا نہیں ماروں گا۔ لیکن اُن کو بھی چاہیے کہ چھوٹے بھائی کی حیثیت سے ہمارے حقوق کا خیال رکھیں۔ اگر خیال نہیں رکھیں گے تو محرومیاں اور بڑھیں گی۔ پھر آپ کہاں تک اس کو سنبھال سکیں گے؟ ہم ابھی بھی اس seat پر بیٹھے ہوئے انشاء اللہ وہ کوشش کریں گے جو بلوچستان کی عوام اور اُنکے حقوق کی پاسداری ہو سکے۔ ہماری پوری حکومت جام صاحب کی قیادت میں ہم نے کی ہیں کوشش اور پھر بھی کریں گے۔ دوسری بات جناب ٹڈی دل کی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ٹڈی دل 2019ء مارچ میں شروع ہوا ہے ساؤتھ افریقہ سے۔ ایران کے راستے یہاں پر آیا اور یہاں پر جب آکر انہوں نے مختصر stay کیا۔ اور مختصر stay کے بعد یہ نومبر، جولائی، اگست میں منتقل ہو کر پنجاب، راجھستان، سندھ میں گئے۔ پھر وہاں سے یہ واپس نومبر میں یہ آئے۔ جس طرح ان کو موسم ملتا ہے۔ یہاں پر اُنکو موسم اچھا ملا، بارشیں ہوئی، نرم زمین اُنکو ملی۔ جس طرح اصغر ترین صاحب نے کہا کہ یہ کھودنا اُنکے لیے آسان ہو گیا۔ یہ سخت زمین کو نہیں کھود سکتے۔ نرم زمین میں یہ اچھے طریقے سے انڈے دے سکتے ہیں۔ انہوں نے پھر یہ انڈے دینے شروع کر دیے۔ اور فروری میں انکی نسل شروع ہوگئی اور اُس وقت شروع ہوئی اس کے ساتھ کروڑوں کی تعداد میں یہ آگئے۔ اور یہ کام جو تھا وہ وفاق حکومت کا ہے۔ اور وفاق حکومت میں جو ادارہ ہے plant protection یہ وہاں پر ایک بڑا ادارہ ہے جو پورے پاکستان کو دیکھتا ہے۔ یہ اُن کا کام تھا۔ اُنکی یہاں پر صرف 9 اضلاع میں موجودگی ہے اور 32 اُنکے total officers بلوچستان میں موجود ہیں۔ یہ اُن کا کام ہے کہ ٹڈی دل کو ختم کریں۔ محکمہ زراعت کا کام یہ ہے کہ وہ زمینداروں کی فصلوں کو بچانے کی کوشش کریں اور اُنکو زہر پاشی دیں کہ وہ اُن زمینوں کو بہتر بچاسکیں۔ اس جس طرح آپ نے کہا میں اُنکا مشکور ہوں کہ انہوں نے اتنا ذکر کیا کہ جی میں خود گیا۔ اور میں خود اُس حالت میں گیا ہوں جو کرونا زہر و پرتھ۔ یہ حالات نہیں تھے کہ کسی کو نکلنے کی اجازت تھی۔ میں خود گیا۔ یہ سارے میرے بھائی ہیں چاہیے وہ گوادر سے لیکر ژوب، جب سے لے کر چمن تک ہیں۔ ہم سب یہاں پر مل کر چاہیں بلوچ ہوں پشتون ہوں ہم اس اتحاد کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور رکھا بھی ہے۔ ہم نے اس پر ایک اچھا کردار ادا کیا ہے۔ ہم نے فرق نہیں کیا۔ میں قلات گیا، مستونگ گیا۔ میں نے کوئٹہ کے علاقے دیکھے۔ میں نے قلعہ عبداللہ، لپشین، برشور، خانوڑی، مسلم باغ، قلعہ سیف اللہ، لورالائی، زیارت یہ سارے میں نے خود سروے کیئے۔ میں نے دیکھا کہ زمینداروں کے کتنے نقصانات ہوئے۔ ابھی یہ ٹڈی دل ایک ایسی چیز ہے کہ یہ migrated ہیں۔ یہ

کرتے ہیں۔ پاکستان میں 50 سال سے یہ عرب شکار کر رہے ہیں اور ہر season میں ہزاروں کی تعداد میں انکو مارتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ لیکن جب ایران میں بچتے ہیں۔ جب انڈیا میں بچتے ہیں۔ جب ترکمانستان، تاجکستان میں بچتے ہیں وہ پھر جا کر سائبیریا میں اپنے انڈے دیتے ہیں، پھر بریڈنگ ہوتی ہے اور پھر اُنکے routes ہوتے ہیں۔ پھر پاکستان کی طرف آتے ہیں۔ نکلنے ہیں افغانستان، ایران۔ پھر اگلے سال وہ بڑھ جاتے ہیں پھر وہ آ کر اس کا شکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ ٹڈی دل ہے۔ یہ ساؤتھ افریقہ سے چل کر سوڈان، سعودی عرب، صومالیہ اور ایران تک یہ اس راستے سے داخل ہوئے اور یہاں پر انہوں نے اپنے انڈے دیئے۔ اور یہ اتنی ظالم چیز ہے اُنکی جو ایک swarm ہے جھنڈ جس کو کہتے ہیں یہ کروڑوں کی تعداد میں جاتے ہیں اور یہاں 150 میل کلومیٹر کی رفتار سے یہ سفر کرتے ہیں۔ اور 24 گھنٹے میں یہ 35 ہزار لوگوں کا کھانا کھاتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ یہ کتنی تباہی کرتا ہے۔ اب اس تباہی کو روکنے کے لیے ہم نے وفاق سے رابطے کیئے۔ اُس میں NDMA ہے۔ اُس میں ہماری فوج ہے۔ اُس میں ہماری زراعت ہے۔ اُس میں ہمارا PDMA ہے۔ اس میں ابھی ایک اور regional local center بنایا گیا special اس کے لیے جو وفاق میں ہے۔ ہماری ہر جمعرات کو اُس کے ساتھ میٹنگیں ہوتی ہیں اس بنیاد پر کہ کس کس علاقے میں ہم نے اس پر کس طرح control کرنا ہے۔ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ آپ کو ایک طرف ایک میدانی سے اس کو کنٹرول کرو گے صبح جاؤ گے جب 7 بجے جب ہم آتے ہیں اور پھر یہ حملہ کرتے ہیں اس طرف سے آ کر۔ آپ کو پتہ نہیں ہوگا اُنکے آنے کا۔ کیونکہ بلوچستان آدھا پاکستان ہے۔ ہم نے کم از کم یہاں پر جو سروے کیا ہے۔ سروے کے مطابق میں آپ کو بتا دوں کہ یہاں پر ہم نے تقریباً 16.87 million hacters پر survey کیا ہے۔ اور ہم نے جو control کیا ہے وہ 46 million ہے۔ یہ جو ہے ہم نے 5330 hectors جگہوں پر ہم نے survey کیا۔ اس میں total detail ابھی میں جاؤں گا اُس میں پشین ہے، کچھی ہے، ڈیرہ گٹی ہے، قلعہ عبداللہ ہے مختلف۔ یہ ہم نے اس کو control کیا ہے۔ ابھی آپ کو پتہ ہے کہ ہم نے کتنا control کیا ہے ابھی locus فی الحال قابو میں ہے۔ نقصانات کا ازالہ جس طرح اصغر صاحب نے کہا۔ نقصانات کا ازالہ آپ ہمیں بتائیں کہ پشین کا ازالہ آپ کیسے کریں گے؟ دیکھیں اس کا ایک طریقہ کار ہے ہم نے وہاں پر اُنکو ڈپٹی ڈائریکٹر کو بتایا۔ ہم نے جو divisional heads ہیں۔ ہم نے ہر ضلع کے ہر officer کو یہ کہا ہے آپ اپنے نقصانات کا اندازہ کر لیں۔ ہمارا جو idea ہے کوئی 5% سے 6% ہمارے زمینداروں کا نقصانات ہوا ہیں۔ کیونکہ ہم نے بروقت کنٹرول کیا۔ کچھ areas ہم سے پہلے نکل گئے تھے۔ اس میں آپ کو detail بھی بتاؤں گا۔ locust کا ابھی جو خطرہ ہیوہ اکتوبر، نومبر میں وہ پھر آرہے ہیں۔ اس لیے کہ یہ کینیا اور تنزانیہ سے ابھی چلیں گے۔ میں ابھی گیا تھا سپارکو۔ وہ سیٹلائٹ کے ذریعے پورا ایک system بتاتے ہیں کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں۔ کدھر آرہے ہیں اور کیسے آئیں گے۔ ہم نے ابھی کنٹرول کیا، ابھی ہمارا جو اگلا اُنکا حملہ ہوگا وہ شائد اکتوبر، نومبر میں ہوگا۔ اُس کے لیے ہم نے انشاء اللہ جو بلوچستان حکومت نے رکھے ہیں ہم نے اُن کے لیے تیاری کی ہے ہم اُنکا پورا بندوبست کریں گے آنے سے پہلے۔ لیکن یہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اُس سے پہلے ایک اور خطرہ ہے وہ خطرہ جو نکل گئے ہیں۔ جو پنجاب اور سندھ کے لیے وہ locus نکلے ہیں انکو وہاں پر اچھا موسم ملا ہے۔ اگر وہ واپسی پر یہاں آگئے تو ہمارے لیے بہت زیادہ خطرہ ہوگا۔ وہاں پر ابھی راجھستان کے صحرا میں ابھی تک موجود ہیں۔ انہوں نے انڈے دیئے ہیں اگر وہ واپسی پر آگئے۔ میں نے ویڈیو لنگ پر بتایا وفاق حکومت کو کہ پنجاب سندھ کو چاہیے کہ جو resources ہمارے پاس کم ہیں ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ یہاں آ کر ہمارے بلوچستان کے میدانوں میں ہمارے ریگستانوں میں جو انڈے دیئے ہیں۔ کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ locus کا جو خطرہ ہے وہ بلوچستان سے آرہا ہے۔ اسی راستے سے وہ پنجاب جارہے ہیں۔ اسی راستے سے سندھ جارہے ہیں۔ جاتو اسی راستے سے ہیں پھر واپسی پر بھی آتے ہیں۔ میں نے اُنکو کہا جو آرہے ہیں آپ جو ان پر خرچہ اُدھر کرتے ہیں وہ خرچہ ادھر کر لیں۔ آپ ہمارے ساتھ مل کر اس locus کو ختم کر لیں تو تب یہ ہم control کر سکیں۔ آپ بچیں گے آپ کی طرف آئیں گے ہی نہیں۔ لیکن اُن کا اپنا ہی ایک طریقہ کار ہے۔ ہر صوبے کا اپنا طریقہ کار ہے وہ شائد ہمیں نہیں دینا چاہتے ہیں۔ تو ہم زور تو نہیں کر سکتے کسی پر۔ ہمارے پاس جو available resources ہیں۔ جو محدود وسائل ہیں 30 کروڑ روپے ابھی زراعت کو ملے۔ 10 کروڑ روپے پہلے صوبائی حکومت نے بروقت دیئے PDMA کو۔ PDMA نے بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں ابھی بھی کر رہے ہیں۔ فوج کے ذریعے ہم نے یہاں پر ہیلی کاپٹر چلائے۔ پشین میں چلائے، ڈیرہ گٹی میں چلائے، قلعہ عبداللہ میں چلائے، جہاں بھی وہ چل سکتے تھے ہم نے چلائے۔ ہم عام، عمومی فضلوں پر یا آبادی پر ہوائی اسپرے نہیں ہو سکتا وہ خطرناک ہوتا ہے۔ وہ فضلوں کو بھی ختم کر دیتا ہے اور وہ انسانی جانوں کے لیے بھی خطرناک ہوتا ہے۔ یہ دو قسم کے

ہے زراعت کے ساتھ مل کر۔ میں حقیقت کہتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے زراعت کے افسروں کے ساتھ مل کر دن رات کام کیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے اُس کو بچانے کی کوشش کی۔ تباہی بہت ہوئی ہے لیکن اس میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آئندہ کے لیے ہم کیا کیا اقدامات کر سکتے ہیں۔ ہم نے سپارکوکو کہا کہ سیٹلائٹ کے through وہ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ جی پچھلے سال اس زمین پر کتنی کاشت ہوئی تھی، مجھے دکھائیں کہ یہاں پر گندم اتنی ہوئی۔ ابھی گندم کا 5 ہزار ایکڑ sugarcane میں change ہوا۔ یہاں پر cotton کتنی ہوئی تھی۔ میں نے اُنکو کہا آپ ہمیں state land کی تفصیل دے دیں۔ ہمیں جو unsattled زمین ہے اُسکی تفصیل دے دیں۔ پھر ہم ایک policy بنائیں گے وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ بیٹھیں کر کہ جی ہم اُن بے روزگاروں کو جو یہاں پر کرونا سے متاثر ہوئے۔ جہاں سے زیادہ نقصانات ہوئے اُنکو ہم یہ زمینیں آباد کر کے دے دیں۔ ہم یہی کوشش کر رہے ہیں اور اُنکو میں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں زمینوں کے حوالے سے، پستہ جو کے حوالے سے ٹول میں detail دے دیں کہ ہم زمینداروں کے لیے ایک اچھی سی farmer support program اُنکو شروع کر کے دے دیں۔ ہم نے یہاں پر اچھے بیج رکھے ہیں۔ بیج ہم دے دیں گے۔ اچھے plants دیں گے۔ ہم نے پچھلے سال بھی انا، انگور، پستہ۔ باہر کے ممالک افغانستان، ایران سے ہم نے پستہ کے پودے منگوائے۔ جتنی ہماری resources ہیں ہم نے اُس پر کام کیے۔ بلوچستان حکومت نے زمینوں میں تقریباً 10 کروڑ روپے کا فنڈ رکھا۔ پچھلے سال جب ہم نے شروع کیا ہمارا 5 کروڑ روپے کا کھپ ترکی میں پھنس گیا۔ یہ ترکی سے بھی آتے ہیں۔ یہ اسپین سے بھی آتے ہیں۔ یہ اٹلی سے بھی آتے ہیں زمینوں کے جو پودے ہیں۔ لیکن کرونا کی وجہ سے پھنس گئے تو وہ وہاں پر خراب ہو گئے۔ کچھ مشکلات پیدا ہو گئے ہمارے لیے۔ خاص کر جو یہ 5 مہینے covid 19 کی وجہ سے۔ صرف ہمارے ملک میں نہیں پوری دنیا میں معیشت جو بیٹھ گئی۔ بہت سی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ کیس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم اس کرونا کے ساتھ کیا کریں۔ میں نے اُن کو کہا trump کو سمجھ نہیں آ رہا ہے۔ چین کو سمجھ نہیں آ رہا ہے۔ یورپ کو سمجھ نہیں آ رہا ہے تو پاکستان کیا کرے گا؟ ہمارے کیا resources ہیں۔ تو اس بنیاد پر ہمارے جو زمینوں کے plants تھے وہ خراب ہو گئے۔ اُس پر پھر ہم نے کوشش کی کہ ابھی جب انٹرنیشنل فلائٹس شروع ہونگے۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ میں زمینداروں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہماری گورنمنٹ جام صاحب کی قیادت میں یا ہمارے جو یہاں پر اتحادی بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے مل کر ہم اُن کو جو دے سکتے ہیں ہم اُن کو دیں گے۔ ہماری یہ کوشش ہے۔ میں آپ کو کچھ تفصیل اسکی بتاتا ہوں۔ آپ اگر نوٹ کر لیں۔ آخر میں میں آپ کو کچھ بتاؤں گا۔ میں نے آپ کو بتایا کہ 304 جو ہے وہ ہمارے agriculture department کو 30 کروڑ روپے وہ total ملے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس اُس کی تفصیل ہے power spray سو عدد ہم نے دیئے تھے اور اس میں ٹریکٹر پاور اسپرے جو ٹریکٹر کے پیچھے ہوتے ہیں وہ 15 عدد تھے۔ U.L.B اسپرے مشینیں 30 عدد (بڑے) والے جو گاڑیوں کے پیچھے لگتے ہیں جو ریگستانوں میں استعمال ہوتے ہیں بڑے بڑے سے۔ زہر جو ادویات ہیں یہ ساڑھے 3 لاکھ لیٹر ہم نے دیئے تھے۔ ابھی بھی ہمارے پاس یہ stock میں موجود ہے۔ انجن اسپرے یہ napsak کے ہوتے ہیں 1200 عدد ہم نے لیئے۔ یہ بیٹری جو انجن کے ذریعے چلتے ہیں۔ ایک بیٹری جو چارج ہوتی ہے وہ بیٹری کے ذریعے سے چلتی ہے۔ اسکو بیٹری سے چارج کر کے وہ اسپرے کرتے ہیں اسکے ذریعے سے چلتے ہیں۔ یہ 1200 عدد ایک ہیں، 200 عدد دوسرے لیے تھے۔ PPE Kits جو پہنتے ہیں اس کے لیے 1000 عدد ہم نے لیے تھے۔ first aid box جو یہ بھی خطرناک زہر ہوتا ہے یہ بھی کرونا کی طرح کسی کو لگتا ہے آنکھوں میں، بدن میں اُس کے لیے box، 250 عدد لیے تھے۔ وفاقی حکومت نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟۔ اُس نے صرف چار کروڑ روپے میں سے صرف ایک کروڑ روپے دیئے ہیں۔ committed تین کروڑ روپے کہ جی ہم آپ کو دیں گے۔ اُنھوں نے ایک ULV جو زہر ہے جو فصلوں پر ہم کرتے ہیں ایک لاکھ آٹھ سو لیٹر ہمیں دیے ہیں۔ اور first aid box، 45 دیے۔ PPE Kits، 557 دیئے۔ fund operational جو میں آپ کو بتایا 4 کروڑ میں سے جو ایک کروڑ روپے ملا ہے۔ chinese boom spray یہ وہ boom spray ہوتا ہے جو بڑا منہ ہوتا ہے جو پھینک کر پورے area کو cover کرتے ہیں یہ 12 عدد ملے ہیں۔ ہم نے اُس area میں دیے ہیں جہاں پر locus بہت زیادہ آئے تھے۔ micron UNE Spray جو ہیں 7 عدد ہیں۔ اور ULV Mask جو پہنتے ہیں وہ 11 عدد ہیں۔ یہ چیزیں ہمیں وفاق سے ملی ہیں۔ یہ total ہماری اس بنیاد پر ہم نے locus کو control کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور انشاء اللہ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرم ہے کہ ہم نے دن رات محنت کی اور اس کو control کیا۔ اس میں میری contribution اتنی نہیں ہے۔ اس میں آپ لوگوں کی contribution ہے۔ جس حلقے میں اصغر صاحب تھے۔ جو بھی ہمارے MPAs تھے جو

کردن میں بہت محنت کی۔ اسی طرح ٹڈی دل میں میں آپکو حقیقت کہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے 19,20 کا فرق آسکتا ہے۔ 18,20 کا بھی آسکتا ہے۔ لیکن ہمارے جتنے بھی ہمارا staff تھی زراعت کی اُس نے دن رات محنت کی ہے۔ میں آپکو حقیقت کہتا ہوں۔ کچھ ضلعوں کا جو میں گیا ہوں۔ ہمارے سیکرٹری۔ ہمارے ڈی جی صاحب، ہمارے ڈائریکٹر، عارف شاہ۔ ہمارے D.G مسعود صاحب تھے۔ قمبر صاحب تھے۔ ہمارے جو ڈپٹی ڈائریکٹر تھے۔ میں آپکو حقیقت کہتا ہوں 15,15-18,18 گھنٹے جناب اسپیکر صاحب! انہوں نے زمینداروں کے ساتھ مل کر کام کیے۔ یہ نہیں کہہ سکتے۔ PDMA کے ساتھ ملکر۔ فوج کے ساتھ انہوں نے helicopter سے بھی۔ ہم انہیں کوارڈینیٹر ز دیتے تھے۔ وہ اسپرے کرتے تھے۔ ان علاقوں پر جہاں پر آبادی اور فصلات کم تھے۔ اس لیے کہ میں آئندہ کیلئے بھی آپ لوگوں سے یہ گزارش کرونگا کہ یہ جو ہم نے آپکو تفصیل دی شاید آپ اُن سے کچھ مطمئن ہونگے۔ لیکن ابھی ٹڈی دل کا وہ حملہ جو پہلے تھا وہ ابھی ختم ہو گیا۔ ابھی ہم اگلے آنے والے کیلئے ہم نے کیا بندوبست کرنی ہے۔ اُس کیلئے میں آپ سے گزارش کرونگا۔ آپ ہمارے بھائی ہو۔ آپ ہمارے محترم ہو۔ ہم ایک ہی ہیں۔ میں کل اُدھر بیٹھا تھا۔ کل آپ لوگ اُدھر بیٹھے ہوئے۔ ہم اُدھر بیٹھے ہوئے۔ کیا فرق ہے۔ سب دوست ہیں۔ ٹھیک ہے اعتراضات کرتے ہیں۔ تنقید کرتے ہیں۔ برائے تعمیر کریں گے۔ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ کبھی لڑتے بھی ہیں۔ ایک خاندان کی طرح ہیں۔ ہم بھائی بھائی سے لڑتے ہیں۔ ایک دن لڑتے ہیں دوسرے دن پیار و محبت سے اپنے آپس میں بیٹھ کر چائے، کھانا کھاتے ہیں۔ میں تو اُس پارٹی سے ہوں۔ اُس مطلب اُس نظریے سے ہوں یا وہ کارکن کی حیثیت سے کہ میں یہاں پر جو بھی یہاں پر منتخب ہوئے ہیں یا منتخب نہیں ہوئے ہیں۔ جو باہر بیٹھے ہوئی پارٹیاں ہیں۔ آج اُنکے ممبر نہیں ہیں۔ ہم نے اُنکی بھی قدر کرنی ہے۔ ہم نے اُنکو بھی ساتھ لیکر جانا ہے۔ میں نے ہمیشہ اپنے بڑوں سے بھی کہا ہے۔ یہاں پر ہمارے C.M صاحب ہیں۔ ہمارے گورنر صاحب ہیں۔ ہمارے جو

establishment کے دوست ہیں۔ یا ہماری جو bureaucracy ہے۔ ہم ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ سب ملکر آجائیں۔ کچھ خرابیاں ہیں ہمارے بلوچستان کے حقوق پر جو باہر سے نظریں ہیں اُن نظروں کو ہم نے روکنا ہے۔ میں ابھی بھی یہ کہتا ہوں۔ کہ ہمارے پاس کیا کیا نہیں ہے۔ کس چیز کی کمی ہے؟ اس زمین کے اندر کیا کیا نہیں ہے؟ آپ کے پاس دنیا کا بہترین ماربل ہے۔ یہاں تک میں کہتا ہوں کہ آپ کے پاس uranium available ہے۔ جو خد انخواستہ اُن بموں میں استعمال ہوتا ہے۔ جو دنیا کو اکھرتے ہیں۔ وہ چیز ہمارے پاس ہے۔ لیکن ہمیں ابھی تک پتہ نہیں ہے کہ ہم اس کو کس طرح استعمال میں لائیں۔ یہی باتیں جب ہم کرتے ہیں تو لوگوں کو غصہ آتا ہے کہ یہ پتہ نہیں حقوق کیلئے کیوں اس طرح بات کرتے ہیں۔ میں ابھی بھی آخر میں صرف یہ کہوں گا اسپیکر صاحب! کہ ہم اس ملک کے باشندے ہیں۔ اس پاکستان میں رہنے والے ہیں۔ اس مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس مٹی کے فرزند ہیں۔ اپنے حق اور اپنے حقوق کیلئے جب ہم آواز اٹھاتے ہیں۔ تو اس پر ہمیں کہیں غداری کا یا کوئی وہ الزام نہ لگایا جائے جو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے یا کسی کو اپنے حقوق سے دستبردار کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ ہمارا formula نہیں ہے۔ ہم مل کر چاہے پنجاب ہے۔ خد اکرے پچاس دفعہ، پچاس سو گنا وہ آباد ہے۔ چاہے پختونخواہ ہو آباد ہے۔ سندھ آباد ہے۔ ملک کی یہ اکائیاں ہیں بلوچستان مضبوط ہوگا تو پاکستان مضبوط ہوگا۔ اگر یہ کمزور ہوگا تو ملک کمزور ہوگا۔ تو مل کر ہم نے اس ملک کو چلانا ہے۔ اور اس کے چلانے کیلئے ہم سب مل کر کوشش کریں گے۔ اور اس پاکستان کو آباد کرنا ہے۔ اس بلوچستان کو آباد کرنا ہے۔ اس خطے کو آباد کرنا ہے۔ اس پشتون بلوچ کو آباد کرنا ہے۔ تو آپ سب ساتھ

ملیں گے۔ تو انشاء اللہ ترقی کریں گے۔ میں آخر میں آپ سب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ بڑی مہربانی۔ Thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زمر خان اچکزئی صاحب۔ جی شام لعل۔

جناب مکھی شام لال: اسلام آباد میں جب ہمارا جو مندر بن رہا تھا۔ جس کی بے حرمتی ہوئی ہے۔ اُس پر میں سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ کیونکہ اقلیت برادری بھی اس ملک سے وابستہ ہے۔ انہیں بھی یہ حق ہے۔ چاہے اسلام آباد ہو۔ اسلام آباد بھی اس پاکستان کا حصہ ہے۔ پہلے وہاں پر آبادی نہیں تھی۔ ابھی وہاں پر آبادی بھی ہے کافی۔ اور یہ مندر صرف ہندوؤں کے لیے نہیں تھا۔ یہ مندر اصل میں دوسرے مذاہب بھی ہیں۔ مسیح ہے۔ عیسائی ہے۔ اور ہر قسم کے بھی جو مذاہب ہیں جو مطلب اقلیت میں آتے ہیں۔ اُن کے لیے بھی تھا۔ تو میں اس پر جو ہمارے ساتھ جس طرح کی گئی ہے بے حرمتی۔ اُس کی پر زور مذمت کرتا ہوں ہم لوگ پاکستان کے آزاد شہری ہیں۔ ہمیں بھی وہ حقوق ہیں جو دوسروں کو ہیں۔ تو جس طرح یہ کیا گیا۔ جس طرح ہمارے جو ہے

وہاں پر بتوں کو بنا کر WhatsApp پر مطلب اُن لوگوں نے ہماری بے حرمتی کی ہے۔ یہ بہت غلط روایت ہے۔ اس طرح نہیں کرنا چاہیے۔ ہم بھی اس احترام کے

پاکستان کا بھی مشکور ہوں۔ اور عدالتوں کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے مطلب یہاں پر ہمیں support کیا ہے۔ تو میں امید کرتا ہوں گورنمنٹ آف پاکستان اس پر ضرور غور کرے گی۔ جہاں تک تعلق ہے بجلی کا۔ بجلی جو ہے اسی طرح لسبیلہ میں بھی یہی حال ہے K-Electric کا۔ وہاں پر بہت لائٹ جاتی رہتی ہے 24 گھنٹہ لوگوں کو، زمینداروں کو پانی نہیں ملتا ہے۔ تین تین، دو دو گھنٹہ تک لائٹ نہیں آتی ہے وہاں پر۔ اور billing وہی ہوتی ہے۔ اور گھر والوں کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ دکانداروں کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ تو گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ اس طرف بھی تھوڑا توجہ دیں۔ لسبیلہ بھی اسی طرح ہے۔ وہاں پر بھی ہم لوگ اسی طرح K-Electric کے ستائے ہوئے ہیں۔ تو لہذا میں اُس کی بھی مذمت کرتا ہوں۔ اور گورنمنٹ سے اپیل کرتا ہوں کہ وہاں پر بھی تھوڑی بہت توجہ دیں۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ۔ درست فرمایا آپ نے کہ پاکستان میں رہنے والے ہم سب ایک برابر ہیں۔ جی مبین خان خلجی صاحب۔ اور کوئی رہتا ہے بات کرنے والا؟ اچھا ماشاء اللہ سر یاب والے۔ ہاں یہ صحیح رہے گا۔ کیونکہ اور کوئی بیٹھا نہیں ہے یہاں پر۔۔۔ تو لاگو صاحب بات کرنا چاہتے ہیں؟ اصل میں یہ ہے کہ پھر (آوازیں۔ بہت سے معزز ارکان ایک ساتھ بات کر رہے ہیں) آپ لوگوں کی بات تھوڑی لمبی ہے۔ یہ دو منٹ بات کر لیگا۔ باقی پھر پرسوں کر لیں گے جو کرنا چاہتے ہے۔ جی مبین خان۔

پارلیمنٹری سیکرٹری برائے محکمہ انرجی اور اسپورٹس اور امور نوجوانان: شکریہ آپ نے موقع دیا۔ اور جیسے آج ایجنڈے میں تھا اور کافی مسائل ہیں کوئٹہ اور پورے بلوچستان میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ اور اُس کی وجہ سے لوگ بڑے پریشان ہیں۔ تو انائی کامیں پارلیمنٹری سیکرٹری ہوں میں نے ایک میٹنگ بھی کیسکو چیف اور انرجی سیکرٹری کے ساتھ کی تھی۔ اور کچھ اُس میں مسائل اس طرح کے ہیں کہ کافی عرصے سے جو ہے یہ Energy Department اور QESCO Department کے بیچ میں ایک بہت بڑا gap ہے۔ ہم نے ایک میٹنگ مشترکہ بلائی تھی۔ اور اُس میٹنگ میں کیسکو کا کہنا یہ تھا کہ 2016ء سے ہمیں آج تک ادا نیگی نہیں ہوئی ہے۔ بلوچستان گورنمنٹ نے ادا نیگی نہیں کی۔ مگر انرجی ڈیپارٹمنٹ کے بھی خود اعتراضات تھے کہ اتنے عرصے سے جو زرعی ٹیوب ویل ہیں۔ اُن کے اوپر میٹر نہیں لگے ہیں۔ اور جو میٹر نہیں لگے ہیں اُن کی وجہ

سے over billing بھیجتے ہیں۔ اُس میں کافی ٹیوب ویل جو ہیں بند ہو چکے ہیں۔ سروے کے مطابق ہماری انرجی ڈیپارٹمنٹ کے مطابق وہ بند ہو چکے ہیں۔ تو اس لیے جو ہے payment نہیں ہو رہی ہے۔ اُس میں میں نے ایک کام کیا ہے کہ ابھی اُس پر ایک کمیٹی ہم نے بنائی ہے کہ فوراً ایک کمیٹی جو سیکرٹری فنانس اور اُس میں ہمارے انرجی سیکرٹری اور ہمارے ممبران کچھ ہیں ڈیپارٹمنٹ کے D.G وغیرہ۔ وہ ان کے ساتھ میٹنگ کر کے کچھ payment دیں گے۔ مگر جو اپوزیشن بات کر رہی ہے۔ اس کیلئے میں جناب اسپیکر صاحب! ایک meeting بلانا چاہتا ہوں۔ جس میں ہمارے انرجی کے سیکرٹری بھی ہوں گے۔ اور کیسکو چیف کے بھی لوگ ہوں گے۔ جو انکے مسائل ہیں۔ وہ ادھر بیٹھ کر ہم تقریباً حل کریں گے۔ جو بلوچستان گورنمنٹ کے بل ادا نیگی کا مسئلہ ہے جو کیسکو کہہ رہا ہے کہ 2016ء سے ہمیں نہیں دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہمیں مسائل پیدا ہوئے۔ اور Energy Department کے بھی کچھ خدشات ہیں کہ آپ نے over billing بھیجی ہیں جس کہ وجہ سے ہم اُس کو payment نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کیلئے ہم نے ایک کمیٹی بنائی ہے انشاء اللہ کچھ دن میں مسئلہ حل ہونگے اور انشاء اللہ انکے ساتھ اگر یہ کہتے ہیں جو date دینا چاہتے ہیں جس کی سربراہی میں کرنا چاہتے ہیں یا ادھر کہتے ہیں تو میں ادھر بلا لوں گا جیسے آپ کہنا چاہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ مبین خان۔

جناب اختر حسین لاگو: مبین بھائی کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ اسپیکر صاحب کہ آپ ایک ruling دے دیں کہ QESCO Chief، Secretary Energy کو ان سب کو بلا کر یہیں اسمبلی میں ہم تمام MPAs صاحبان ہیں۔ ہم اپنے تحفظات رکھیں گے جو ان کی باتیں ہیں، جو ہماری باتیں ہیں وہ سب ہم مل کر کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔ ادھر اسمبلی میں بلا لیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: لاگو صاحب! اس پر ایسا کرتے ہیں کہ پرسوں کے اجلاس میں جو اراکین رہتے ہیں وہ بھی بات مکمل کر لیں گے پھر اُس کے بعد میں ruling دوں گا۔ کیونکہ Custom Collector کو جمعہ والے دن ہم لوگوں نے بلایا ہے پھر وہ time کا تھوڑا مسئلہ ہو جائیگا۔ اگلے اجلاس میں اُن کیلئے پھر date دے دیں گے۔ صحیح؟ کوئی مسئلہ نہیں ہے ملک صاحب! وہ adjust کر لیں گے۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعہ 17 جولائی 2020ء بوقت 4:00 بجے سے

(اسمبلی کا اجلاس شام 9 بجکر 55 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)